جماعت احمدیہ سلامتی اور امن کی تعلیم پر چلنے والی قانون کی پابند جماعت ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲؍اکتوبر ۱۹۷۶ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ اپنے عاجز بندوں پر اس قدر فضل نازل کرتا ہے کہ انسان کی زبان اس کا شکر اور حمد بیان نہیں کرسکتی۔ میں گزشتہ تین ماہ سفر میں اور دورے پر رہا ہوں۔ اس عرصہ میں مَیں نے شروع میں امریکہ اور کینیڈا کا سفر کیا یعنی ۲۵ جولائی سے ۱۵؍اگست تک۔ ہم ۱۹؍جولائی کو یہاں سے روانہ ہوئے تھے اور ۲۰؍کو لندن پہنچے۔ ۲۵؍کو وہاں سے چلے اور سات گھنٹے کی اُڑان کے بعد واشنگٹن جو امریکہ کا دارالخلافہ ہے اور جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کا مرکزی شہر ہے، وہاں پہنچ گئے اور پھر ۱۵؍اگست کو ہوائی جہاز ہی کے ذریعہ واپسی ہوئی۔ ۱۷؍کو میں لندن میں رہا اور ۱۸؍کو موٹر کے ذریعہ یورپ کے دورہ پر نکلا۔ ۱۸؍اگست سے غالباً ۱۴؍ستمبر تک دورے پر رہنے کے بعد لندن کو واپسی ہوئی اور پھر بقیہ عرصہ وہیں ٹھہرے رہے۔

امریکہ میں کیونکہ میں پہلی دفعہ گیا تھا اس لئے بھی وہاں بہت شوق تھا کہ میں پہنچوں اور میرے گرد احبابِ جماعت جمع ہوں چنانچہ وقت کی تنگی کی وجہ سے میں امریکہ کے بہت سے حصوں میں جہاں جماعتیں ہیں نہیں جا سکا کیونکہ یہاں سے روانگی میں دیر ہوگئی۔ ہمارے سفر کے کاغذات جو حکومت سے لینے تھے، اُن میں بعض وجوہات کی بناء پر تاخیر ہوتی چلی گئی اور جون کے شروع میں جو سفر اختیار کرنے کا ارادہ تھا اس کی بجائے یہاں سے ۱۹؍جولائی کو روانہ

ہوئے۔ امریکہ پہنچنے پر چند ایک شہروں ہی میں جا سکا۔ واشنگٹن جو مرکز ہے جماعت کا بھی۔ پھر وہاں سے ڈیٹن گئے یہاں امریکن احمدیوں کی کافی بڑی جماعت ہے شہر میں بھی اور اس کے گردونواح میں بھی۔ پھر وہاں سے نیویارک اور نیویارک سے میڈیسن سٹی گئے جہاں ایک یونیورسٹی میں جس میں چھٹیاں تھیں سالانہ کنونشن ہوئی۔ وہاں سے پھر ٹورنٹو کینیڈا روانہ ہوئے۔ یہ بھی ہزاروں میلوں میں پھیلا ہوا ملک ہے لیکن ایک جگہ جہاں ہمارے نیشنل امیر رہتے ہیں وہاں ہی میں جا سکا اور چند دن سے زیادہ ٹھہر نہیں سکا بڑی دُور دُور سے دوست وہاں آئے ہوئے تھے۔

امریکہ کے دورے میں ایک چیز جو نمایاں ہو کر سامنے آئی وہ یہ تھی کہ بعض چیزیں ہماری عادت بن گئی ہیں اُن کی طرف ہماری توجہ نہیں ہوتی لیکن امریکہ میں جہاں ہماری نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں اُن کے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ایڈمنسٹریشن یعنی انتظامیہ پر بھی اثر پڑا ہے اور عوام بھی انہیں بڑی عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں خصوصاً قانون کی پابندی کا بڑا اثر ہے۔ ڈیٹن جہاں ہماری بہت بڑی جماعت ہے وہاں کے دوستوں نے مجھے بتایا کہ افسران برسرِ عام بات کرتے ہیں کہ احمدیت نے عجیب انقلاب پیدا کیا ہے امریکن احمدیوں میں کہ سارے سال ایک شکایت بھی ان کے خلاف پیدا نہیں ہوتی جب کہ سینکڑوں ہزاروں شکایتیں اس شہر میں پیدا ہو جاتی ہیں دوسرے شہریوں کے خلاف اور اس کا اتنا اثر ہے شہر کی انتظامیہ پر اور عوام پر کہ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

بنیادی اسلامی تعلیم جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سیکھی ایک بنیادی حصہ (ویسے اور سینکڑوں چیزیں ہیں جو اسلام میں ہیں اور ہمیں سکھائی گئی ہیں لیکن ایک) یہ بھی ہے کہ قانون شکنی نہیں کرنی۔ قانون کا پابند رہنا ہے اور اب ساری دُنیا میں جماعت اس کا نظارہ پیش کر رہی ہے اگرچہ میں اس وقت ڈیٹن کا ذکر کر رہا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ صرف ڈیٹن میں نہیں ساری دُنیا سے نقوش اُبھر رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ امن پسند جماعت ہے جیسا کہ اسلام کے لفظی معنی بھی سلامتی اور امن کے ہیں۔ اس لئے جماعت احمدیہ سلامتی اور امن کی تعلیم پر چلنے والی اور قانون کی پابند جماعت ہے۔ مغربی افریقہ کے بعض ممالک میں ہماری بہت بڑی جماعتیں

ہیں۔ اُن کا اندازہ ہے میں نے تو اندازے نہیں کئے نہ ہی یہاں بیٹھے ہوئے اندازہ کر سکتا ہوں اور نہ آپ کر سکتے ہیں۔ غانا کی جماعت کا اندازہ یہ ہے کہ غانا میں جس کی آبادی کم وبیش اسّی لاکھ ہوگی اور اس میں دس لاکھ سے زائد احمدی ہیں۔ اسی طرح سیرالیون کی آبادی ۴۰ لاکھ کے لگ بھگ ہے اور وہاں کی احمدی آبادی چھ لاکھ کے قریب ہے۔ اس شکل میں بڑی طاقتیں اُبھر رہی ہیں لیکن عوام کو بھی پتہ ہے اور حکومت کو بھی پتہ کہ یہ جماعت قانون شکن نہیں ہے قانون کی پابندی کرنے والی جماعت ہے۔ احمدی امن پسند لوگ ہیں بنی نوع انسان کے خیر خواہ ہیں دوسروں کو تکلیف پہنچانے والے نہیں اس لئے لوگ جماعت احمدیہ کا احترام کرتے ہیں۔ ہوں گے دُنیا میں بعض ممالک جو اس کو پسند نہیں کرتے ہوں گے یا احترام نہیں کرتے ہوں گے یا عقیدت کے جذبہ کے ساتھ اس مظاہرہ کو نہیں دیکھتے ہوں گے لیکن افریقہ کے جو ممالک ہیں اور دوسرے ممالک جو میں نے دیکھے ہیں اُن میں لوگ احمدیوں کا اتنا احترام کرتے ہیں مثلاً ۱۹۷۰ء میں جب میں نے مغربی افریقہ کا دورہ کیا تھا اس کے بعد اس چھوٹے سے عرصہ میں جو قریباً چھ سال کا ہے اس میں غانا میں دو انقلاب آ چکے ہیں۔ حکومت بدلی میرے آنے کے بعد اور پھر ایک فوجی انقلاب بپا ہوا اور فوجی انقلاب یعنی مارشل لاء کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ کس طریق کا ہوتا ہے لیکن حکومتیں بدلتی ہیں اور آئے دن بدلتی رہتی ہیں لیکن حکومتوں کا رویہ جماعت احمدیہ کے تعلق میں ہمیشہ ہی اچھا رہا ہے جو بھی نئی حکومت آتی ہے وہ جماعت احمدیہ کے حق میں اچھی ثابت ہوتی ہے۔ جب میں گیا تو ایک فوجی جرنیل وہاں کے صدر تھے اُن کے ساتھ جماعت کا بڑا اچھا تعلق تھا۔ میرے ساتھ بڑے تپاک اور عزت سے پیش آئے اور جو اَب وہاں کے صدر ہیں، وہ ہیں تو عیسائی لیکن جب بھی وہاں کے امیر عبدالوہاب بن آدم سے اُن کی بات ہوتی ہے تو مجھے پیغام بھجواتے ہیں۔ کہتے ہیں حضرت صاحب کو لکھو میرے لئے اور میرے ملک کے لئے دُعا کریں ان کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ کچھ ایسے اثرات دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ دعا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول ہوتی ہے میں اپنے زور سے تو دعا قبول نہیں کروا سکتا۔ ابھی پچھلے دنوں لندن میں مجھے ایک جوڑا ملنے کے لئے آیا۔ مجھے تو یاد بھی نہیں تھا وہ کہنے لگے کہ ہمارے ہاں لڑکا نہیں تھا یا شاید بچہ ہی کوئی نہیں تھا آپ کو دعا کے لئے

لکھنا شروع کیا احمدیوں میں سے اُن کے کوئی واقف تھے اور اُن کو خدا تعالیٰ نے لڑکا دیا اور لڑکا اُن کی گود میں تھا۔ وہ کہنے لگے دیکھیں آپ کی دعاؤں کا ثمرہ ہمیں مل گیا اور وہ تھے غیر مسلم۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے دنیوی لحاظ سے خدا تعالیٰ کے احسان مسلم اور غیر مسلم ہر ایک پر ہوتے ہیں وہ تو کتوں پر احسان کرنے والے لوگوں کی بدکاریاں معاف کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ یہ شان ہے ہمارے رب عظیم کی۔ بہرحال میں بتا یہ رہا تھا کہ ڈیٹن میں اور دوسری جگہوں پر اتنا اثر ہے ان علاقوں میں اس بات کا کہ جماعت احمدیہ ایک امن پسند جماعت ہے۔ لوگوں کی خیر خواہ اور اُن کے کام کرنے والی جماعت ہے۔ اُن کے ساتھ تعاون کرنے والی اور قانون کی پابندی کرنے والی جماعت ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں تو حیران ہوتا تھا کہ جب وہ کہتے تھے ہمارے خلیفۃ المسیح آ رہے ہیں تو عیسائی ہو یا دہریہ ہو جو خدا کو نہیں مانتے جماعت احمدیہ کو ماننے کا کیا سوال ہے اُن کی آنکھ میں جماعت احمدیہ کیا وقعت رکھتی ہے لیکن اس اثر کے نتیجہ میں جماعت کے دوست جو بھی اُن کو کہتے تھے کہ یہ انتظام کرو وہ انتظام کرو۔ ہمیں یہ سہولت دو ائیر پورٹ پر وغیرہ وغیرہ تو وہ سب بڑی خوشی سے تعاون کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ ایسا معلوم ہو کہ کوئی احسان کر رہے ہیں بلکہ خوشی کے ساتھ کام کر رہے ہوتے تھے۔ جماعت کے ساتھ اُن کا تعاون تھا جس طرح جماعت کا ہر وقت اُن کے ساتھ رہتا ہے۔

وہاں احمدیہ جماعتیں جو اسلامی نمونہ پیش کر رہی ہیں وہ بہت ہی خوشکن ہے۔ میری مراد اس وقت اُن خاندانوں سے نہیں (اور مجھے تو شرم آتی ہے اس کا اظہار کرتے ہوئے بھی کہ) جو یہاں سے یا ہندوستان سے یا دوسرے ایشیائی ممالک سے جا کر وہاں آباد ہوتے ہیں بلکہ وہ احمدی مراد ہیں جو امریکن باشندے ہیں اور سینکڑوں سال سے کہ جب سے اُن کو افریقہ سے لے جا کر وہاں آباد کیا گیا ہے وہ خاندان وہاں آباد ہیں اور اب اللہ تعالیٰ نے اندھیروں کے لئے اور ان سیاہ فام لوگوں کے لئے نور کے سائے پیدا کئے احمدیت کے نتیجہ میں اور انہوں نے اس نور کو دیکھا اور سمجھا اور اپنا لیا اور اُن کے دل اور سینے اللہ تعالیٰ کے پیار سے بھر گئے اور اسلام کے نور سے منور ہو گئے۔ ان کو اتنا پیار ہے اسلامی تعلیم سے جب میں ڈیٹن کے ہوائی اڈہ پر اُترا تو وہاں ہوائی اڈہ پر استقبال کے لئے تین سو سے زائد مرد وزن موجود تھے اور ایک سو

سے زائد امریکن مستورات تھیں اور وہ ساری کی ساری پاکستانی طرز کے برقعے پہنے ہوئے تھیں۔ نقابیں اوڑھی ہوئیں تھیں ان میں ایک (ویسے تو دوسری جگہ کے رہنے والے ہیں) یہودی خاندان بھی آیا ہوا تھا جو جماعت احمدیہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوا ہے اُن کی عورتوں نے بھی اسلامی پردہ کیا ہوا تھا۔ قرآن کریم نے بُرقعہ کی شکل کو پیش نہیں کیا۔ قرآن کریم نے تو ایک حکم دیا ہے جس کی پابندی ہم مختلف قسم کے برقعوں سے کر سکتے ہیں بعض دفعہ لوگ اس طرف چلے جاتے ہیں کہ جو پاکستان میں برقعہ پہنا جاتا ہے صرف یہی پردہ ہے اس کے علاوہ کوئی پردہ نہیں ہے۔ پردہ برقعہ پہننے کا نام نہیں، پردہ زینت ڈھانپنے کا نام ہے اس کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے۔ اس پر عمل ہونا چاہیئے۔ ہمارے ہاں چونکہ برقعہ پہننے کا دستور ہے اور چونکہ احمدیت کے ذریعہ اُنہوں نے اسلامی تعلیم سیکھی ہے اور کئی جلسوں پر اُن کے نمائندے یہاں آئے ہیں یہاں سے جانے کے بعد اُنہوں نے کہا جس قسم کا پردہ ربوہ کی ہماری احمدی بزرگ عورتیں کرتی ہیں اس قسم کا ہم بھی کریں گی چنانچہ یہاں سے وہ برقعے سلوا کر لے گئیں اور اب خود بھی سی لیتی ہیں۔ وہ ساری بڑی محنتی قوم ہے اور اُن میں اسلام کا اتنا جذبہ ہے کہ ایک دفعہ چند مستورات مجھ سے مل رہی تھیں اور بڑے جذباتی انداز میں اُنہوں نے اپنے مردوں کے خلاف شکایت کی کہ جس طرح ہم چاہتی ہیں اس طرح ہمارے مرد جماعت احمدیہ کی تبلیغ نہیں کر رہے اور نہ کام کر رہے ہیں اس لئے آپ تبلیغ کا کام ہمارے سپرد کر دیں پھر دیکھیں ہم کس طرح کام کرتی ہیں۔ خیر یہ تو ایک قابل احترام جذبہ تھا اور اُن کے اس جذبہ کی میرے دل میں بہت عزت پیدا ہوئی لیکن اصل بات یہ ہے کہ اُس دُنیا میں جس کا ہر لمحہ گند میں گزر رہا ہے اس میں سے نیکی اور تقویٰ کے ان جزیروں کا اُبھر آنا بڑی بات ہے۔ یہ ہیں تو چھوٹے چھوٹے جزیرے لیکن ان کا اُبھر آنا خدا تعالیٰ کی عظیم قدرت کا نشان ہے اور ہمیں یہ بتاتا ہے کہ یہ جزیرے اُبھرتے ابھرتے اس حال میں پہنچ جائیں گے کہ گندا پانی کم رہ جائے گا اور یہ جزیرے جو نیکی کے اور تقویٰ کے اور پاکیزگی کے اور خدا تعالیٰ کے پیار کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کے اور بنی نوع انسان کی خیر خواہی کے جزیرے ہیں سارے علاقے میں پھیلے ہوئے ہوں گے۔

جہاں تک اُن کی تعداد کا سوال ہے امریکہ میں بڑی تعداد میں احمدی نہیں ہیں۔ وہاں ہماری تعداد اس وقت ۳۔۴ ہزار کے درمیان ہو گی اور وہ بھی بکھری ہوئی لیکن بڑی فعال جماعتیں ہیں اور بڑھ رہی ہیں ایک جگہ کھڑی نہیں۔ بعض جگہ پریس کانفرنسز میں صحافی سوال کرتے تھے کہ امریکہ میں آپ کی کتنی جماعت ہے وہ علمی لحاظ سے بڑی تیز عقلیں رکھتے ہیں اس لئے ایک دوسرے کو یہ بتانے کے لئے کہ اُنہوں نے کوئی زیادہ ترقی تو نہیں کی۔ میں ایسے سوالوں کا یہ جواب دیا کرتا تھا کہ بالکل درست ہے جب الٰہی سلسلوں کی ابتدا ہوتی ہے تو اس وقت سر نہیں گنا جایا کرتے اس وقت یہ دیکھا جاتا ہے کہ فضا کے اندر کیا تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے میرے ۱۹۶۷ء کے یورپ کے دورے میں ہالینڈ میں ایک پریس کانفرنس میں مجھ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ ہالینڈ میں کتنے مسلمان آپ بنا چکے ہیں تو میں نے اُن کو یہ جواب دیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ تمہارے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کی جو زندگی اس دُنیا میں تھی اس سلسلہ میں گو ہمارا اختلاف ہے میں اس میں نہیں پڑتا لیکن تمہارے نزدیک جتنا عرصہ وہ زندہ رہے ساری عمر میں جتنے عیسائی اُنہوں نے بنائے تھے اس سے زیادہ تمہارے ملک میں ہم مسلمان بنا چکے ہیں۔ یہ جواب ایسا تھا کہ وہ حیران بھی ہوئے اور جو شوخی اُن کی آنکھ میں تھی کہ یہ کہیں گے تھوڑے ہیں تو اس طرح اسلامی تعلیم کا اثر زائل ہوگا اور ان کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔

ہماری جو پچھلی تاریخ ہے اور جو تاریخ ہماری آگے اُبھری ہے اور جس کے متعلق ہمیں بشارتیں دی گئی ہیں اور ہم علیٰ وجہ البصیرت اُن پر ایمان لاتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم عنقریب غلبۂ اسلام کی صدی میں داخل ہونے والے ہیں اور یہ جو پندرہ سال اس صدی کے رہ گئے ہیں یہ اس لحاظ سے بڑے اہم ہیں کہ غلبۂ اسلام کی صدی جو ہماری زندگی جماعت احمدیہ کی زندگی کی دوسری صدی ہے اور جو غلبۂ اسلام کی صدی ہے اس کے لئے ہم نے تیاری کرنی ہے اور اس تیاری ہی کے سلسلہ میں دراصل میں امریکہ گیا تھا۔ وہاں کے حالات کا میں نے جائزہ لیا اور میں نے اُن سے کہا کہ اصل پروگرام تو صد سالہ جوبلی کا پروگرام ہے جو ساری دُنیا کی جماعت ہائے احمدیہ پر حاوی ہے اور اس کا میں اعلان کر

چکا ہوں لیکن اس کے اندر جو ابتدائی کام کرنا ہے وہ یہ ہے کہ پندرہ صوبوں (امریکہ میں ان کو States کہا جاتا ہے) میں سے ہر ایک میں کم از کم بیس سے تیس ایکٹر زمین کا رقبہ جماعت کی اجتماعی زندگی کے لئے یعنی Community Center بنانے کے لئے خریدو۔ چنانچہ بڑی لمبی بحث کے بعد اور بغور جائزہ لینے کے بعد اور وہاں کی جماعتوں کے سارے امراء سے ملاقاتیں کر کے (وہ سب واشنگٹن میں بھی آئے۔ نیویارک میں بھی آئے۔ میرے خیال میں ڈیٹن میں بھی آئے وہاں بھی اُن کی میٹنگ ہوئی) بہت سارے پروگرام بنے تھے۔ اُن میں سے ایک یہ تھا کہ بیس سے تیس ایکڑ زمین کمیونٹی سنٹر کے طور پر پانچ سال کے اندر اندر خرید لیں۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ وہ ضرور خرید لیں گے ویسے تو وہاں ہر سٹیٹ یعنی ہر صوبے میں احمدی ہیں لیکن کہیں زیادہ تعداد ہے اور کہیں کم ہے۔ ان پندرہ سٹیٹس میں کافی بڑی تعداد ہے۔ چھوٹے بچے ہیں اُن کی فکر ہے اتنی فکر ہے جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کو اپنے بچوں کی۔ خدا کرے یہاں بھی اتنی ہی فکر والدین کو ہو کہ میرے سامنے بیٹھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں بہتی تھیں ماؤں کی اور وہ مجھ سے یہ مطالبہ کرتی تھیں کہ اس اندھیری دُنیا کے بداثرات سے ہمارے بچوں کو محفوظ کرنے کا انتظام کریں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ کمیونٹی سنٹرز ہیں جہاں چھٹیوں میں بچے اکٹھے ہوں گے اور اُن کو اسلامی تعلیم بتائی جائے گی۔ اُن کی عمر کے لحاظ سے دلچسپی پیدا کر کے وہاں کے ماحول میں اسلام سکھانے کا انتظام کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ اُن کی اَور بہت سی ضروریات پر غور ہوئے اور ان کے متعلق ہم نے فیصلے کئے ان کے اوپر انشاء اللہ بڑی جلدی عمل شروع ہو جائے گا یعنی ان چودہ سال کے اندر اندر جو ہماری تیاری کے سال ہیں مثلاً میں نے انہیں کہا ہے کہ تم ایسا پروگرام بناؤ اور اس پر عمل کرو۔ ہم نے یہ مشورے کئے ہیں کہ کس طرح ان چودہ پندرہ سالوں میں کئی مِلین تراجم قرآن کریم کے شائع کئے جائیں گے۔ ۴۰۔۵۰ لاکھ تراجم قرآن کریم امریکہ کے مختلف گھروں میں پہنچائے جائیں۔ جو لوگ احمدی ہو گئے ہیں ان کے شوق کا یہ حال ہے کہ جو ۴،۵ سال کے پرانے احمدی ہیں ان کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ ہر گھر میں ہماری انگریزی کی جو بڑی تفسیر ہے پانچ جلدوں میں۔ وہ موجود ہے اور وہ ہر وقت پڑھتے رہتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ان کو کوئی بات سمجھ

نہ آئے تو مبلغ سے کہتے ہیں کہ سمجھائے۔ مبلغ بہرحال انسان ہے ہر موضوع کے متعلق ہر وقت تو ہر چیز اس کے دماغ میں حاضر نہیں رہتی چنانچہ ان کو سمجھانے کے لئے اس کو Study کرنی پڑتی ہے اور کچھ دوست مجھے کہنے لگے کہ پانچ جلدوں والی تفسیر ختم ہو گئی ہے اس کی دوبارہ اشاعت کا انتظام کیا جائے۔ میں نے پتہ کرایا تو معلوم ہوا ان کے پاس ۲۵ جلدیں باقی تھیں یعنی ۲۵ سیٹ باقی تھی۔ میں نے ان سے کہا تم اپنی ضرورت پوری کرو اور جماعت کو کہا کہ اور منگواؤ۔ اگر یہاں بھی نہ ہوئی تو اور چھپوانی پڑے گی کیونکہ امریکن دوست اس کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ مطالبہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ یورپ میں جو پرانے احمدی ہیں ان کے متعلق ہمارے مبلغوں نے کہا کہ اب یہ کہتے ہیں کہ جتنی کتب جماعت احمدیہ انگریزی میں شائع کر چکی ہے وہ ہم سب پڑھ چکے ہیں۔ ایک بار سے زائد بار پڑھ چکے ہیں ہمیں نئی کتابیں پڑھنے کے لئے دو۔ آدمی بہت ساری چیزیں دورے میں سیکھتا ہے چنانچہ اس دفعہ بھی جو ضرورت سامنے آئی اس کا انتظام کیا۔

ایک یہ کہ امریکہ کی جماعت کوشش کرے اپنا پریس لگانے کی۔ امید ہے عنقریب وہاں انشاء اللہ جماعت کا پریس لگ جائے گا کیونکہ اس وقت دنیا میں جو حقیقی معنے میں آزاد ممالک ہیں اور پورے طور پر آزاد ہیں ان میں سے سرفہرست امریکہ ہے بڑی آزادی ہے۔ آدمی ان کی آزادی کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے مثلاً ان کے ہاں پرائیویٹ براڈ کاسٹنگ اسٹیشن ہیں۔ لاکھوں لاکھ کی تعداد میں افریقی خاندان جو امریکہ میں بستے ہیں مختلف شہروں میں ان کے اپنے براڈ کاسٹنگ اسٹیشن ہیں اور اپنے انتظام ہیں۔ ان کے اوپر کوئی پابندی نہیں وہ اپنے گھروں کو اپنی آواز پہنچاتے ہیں۔ ان کی ضروریات تو سیاسی ہیں ہم مذہبی طور پر کام لینا چاہتے ہیں کچھ اور بڑی جماعت ہو گئی یا Concentrate ہو گئی یعنی ایک جگہ زیادہ احمدی ہو گئے تو وہ جب کہیں گے حکومت کہے گی ٹھیک ہے تم اپنا براڈ کاسٹنگ سٹیشن تیار کرو اور اپنے علاقے کو ہر وقت ریڈیو پر خبریں دیا کرو، درس قرآن کریم دیا کرو۔ بڑا اچھا انتظام ہو جائے گا وہاں سے ہر ملک میں پیسہ بھی جا سکتا ہے اور کتابیں بھی جا سکتی ہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہاں میرا خیال ہے کہ انشاء اللہ بہت جلد (میرا بہت جلد کا مطلب ہے کہ یہ جو پانچ سالہ منصوبہ بڑے منصوبے کے

اندر بنا کر آیا ہوں وہاں اس میں) ان کا پریس لگ جائے گا۔ اتفاقاً ایک پریس کا پتہ لگ گیا میں نے لندن کی جماعت احمدیہ کو بھی کہا ہوا تھا کیونکہ انگلستان کی جماعتیں بھی بڑی فعال اور کافی تعداد میں ہیں اور اُن کی آمد کافی زیادہ ہے چندہ عام کی جو آمد ہے اس کے علاوہ بھی جب اُن کو کہا جائے قربانی کرو تو وہ بڑی قربانی کرتے ہیں مثلاً میں نے چندہ کی کوئی اپیل نہیں کی میں نے اپنے خطبہ میں کہا کہ امریکہ میں انشاء اللہ ایک پریس لگ جائے گا۔ انگلستان میں بھی ایک پریس ہونا چاہیئے تا کہ اس میدان میں یہ بھی آ جائے میں باہر نکلا تو ایک صاحب نے کہا ایک ہزار پاؤنڈ میں دیتا ہوں اور اگلے دن اُنہوں نے بذریعہ چیک ادا کر دیئے۔ میں نے جماعت کو کہا صد سالہ جوبلی کی مد میں جمع کر لو۔ پس وہاں جو ضرورت ہے اس کے مطابق جماعت کام کرنے کے لئے بھی تیار ہے قربانیاں دینے کے لئے بھی تیار ہے۔ ہمارے ملک میں اس سلسلہ میں کچھ پابندیاں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کرے کہ وہ جلد دُور ہو جائیں لیکن میں اس وقت غیر ممالک میں جماعت ہائے احمدیہ کی باتیں سنا رہا ہوں اپنے ملک کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

کینیڈا میں بھی کم و بیش امریکہ جتنی جماعت ہے یعنی تین، چار ہزار کے درمیان لیکن ایک بھاری اکثریت اُن احمدیوں کی ہے جو پاکستان سے یا ہندوستان سے یا بعض عرب ممالک سے وہاں گئے ہوئے ہیں یا آباد ہو گئے ہیں Immigrants کے طور پر یعنی شہری بن گئے ہیں یا ویسے کام کر رہے ہیں اور وہاں کے شہری نہیں بنے ان کو وہ اجازت دے دیتے ہیں۔ اس معاملہ میں اُن کو فراخ دل تو نہیں کہنا چاہیئے صاحب فراست ضرور کہنا چاہیئے کیونکہ ہر شخص جو اپنے کام میں ماہر ہے اس کو وہ تین دن میں اجازت دے دیتے ہیں کہ ہمارے ملک میں آ جاؤ بلکہ ایک وقت میں تو طالب علم پاس بھی نہیں ہوتے تھے اور اُنہوں نے وہاں منگوانے شروع کر دیئے۔ میں کئی لوگوں کو جانتا ہوں بڑی جلدی اُن کو بلا لیا یہ کہتے ہوئے کہ اچھا تم اس کام میں ماہر ہو آ جاؤ کام کی ضرورت ہے اور مہارت یہی نہیں کہ اچھا ڈاکٹر ہے، انجینئر ہے بلکہ جو ویلڈنگ کے کام میں ماہر ہے اس کو وہ کہیں گے کہ آ جاؤ ہمارے پاس اُن کی انڈسٹری بڑھ رہی ہے اور ایسے کاموں کی مہارت کی بھی اُن کو ضرورت ہے بہر حال اُن کی مہربانی ہے کہ غیر ممالک کے لوگوں

کو آنے دیتے ہیں وہاں صرف احمدی ہی نہیں دوسرے بہت سارے لوگ گئے ہوئے ہیں۔ ہمارے ملک کے دوسرے مسلمان بھی وہاں گئے ہوئے ہیں۔ بہرحال اس وقت وہاں ہماری بڑی جماعت ہے گو وہ پھیلی ہوئی ہے لیکن ٹورنٹو کے قریب میں نے ایک جگہ دیکھی بھی تھی میں نے اُن کو کہا ہے کہ ۱۰۔۱۲۰ ایکٹرز مین کمیونٹی سنٹر کے لئے خرید لو۔ آخر میں تو ہر شہر کے لئے کمیونٹی سنٹر ہونا چاہیئے جہاں ہمارے احمدی بچے چھٹیوں کے اوقات گزاریں اور وہاں ان کو بڑے خوشگوار ماحول میں رکھا جائے۔ بچے خوش ہیں اور انتظار کر رہے ہیں کہ کب چھٹیاں آتی ہیں اور کب ہمیں موقع ملتا ہے وہاں جانے کا۔ وہ تو ایک لمبی سکیم ہے جب اُن کے ساتھ باتوں باتوں میں بہت ساری چیزیں سامنے آئیں تو میں نے اُن کو ہدائتیں دیں لیکن بہرحال ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا دلچسپی رکھنے والا سنٹر جس میں چھوٹی عمر کے بچے چھلانگیں مارتے جائیں اور وہاں اسلام کی باتیں سیکھیں اور بڑے جائیں اور اُن کے ریفریشر کورسز ہوں۔ یہاں تو جس سال اجازت ہو جائے اطفال اور خدام تین دن کے لئے آیا کرتے ہیں اور وہاں تو وہ تین ہفتے کے لئے جا کر ٹھہرا کریں گے اور بہت کچھ سیکھیں گے۔

باتیں تو ویسے بہت زیادہ ہیں میں بیچ میں سے ایک ایک دو دو چُن رہا ہوں۔ پھر ہم ۱۵ /اگست کو لندن آ گئے اور وہاں سے سیدھے گوٹن برگ گئے۔ گوٹن برگ میں مسجد کا افتتاح کرنا تھا۔ مسجد اللہ کا گھر ہے قرآن کریم نے دُنیا میں یہ اعلان کیا ہے۔ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (الجن:۱۹) کہ دُنیا میں کوئی انسان مسجد کی ملکیت کا دعویدار بن ہی نہیں سکتا۔ مسجد کا مالک اللہ ہے۔

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجنّ:۱۹) اور ہر موحد خواہ وہ عیسائی ہو جو بھی خدا کے واحد و یگانہ کی پرستش کرنا چاہے اور اس کی عبادت کرنا چاہے اُس کے لئے خدا کی مسجد کے دروازے کھلے ہیں۔ عیسائیوں کے بہت سے فرقے تثلیث کے قائل ہیں مثلاً Unitarian ہیں وہ مسیح کو خدا کا رسول مانتے ہیں خدا نہیں مانتے۔ وہ خدا کے واحد و یگانہ پر ایمان لاتے ہیں۔ پہلے تو وہ ایک فرقہ تھا اب اُن کے کئی فرقے ہو گئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عیسائیوں کا ایک Unitarian وفد آپ سے ملنے کے لئے آیا گفتگو کے دوران وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے ہماری عبادت کا

وقت ہو گیا ہے۔ اجازت دیں ہم باہر کسی باغ میں جا کر اپنی عبادت کر لیں۔ آپ نے فرمایا تم باہر کیوں جاتے ہو۔ یہ میری مسجد ہے یہ خدا کا گھر ہے اس میں تم اپنی عبادت کرو۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد جسے ہم مسجد نبوی کہتے ہیں اور جو مدینہ میں ہے اس سے زیادہ تو کوئی اور مسجد مقدس نہیں۔ وہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اس مسجد کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں کیونکہ تم اپنے خدا کی پرستش کرنا چاہتے ہو۔ تاہم ساتھ یہ شرط لگا دی کہ بدنیتی سے شرارت کرنے کی غرض سے کوئی وہاں داخل نہ ہو۔ اس کی اجازت نہیں دی جائے گی لیکن امن کے ساتھ اور خشیت کے ساتھ خدائے واحد ویگانہ کی عبادت کرنے کوئی آئے تو وہ وہاں عبادت کرے۔

میں نے یہ اعلان پہلی بار ۱۹۶۷ء میں کوپن ہیگن (ڈنمارک) کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر کیا تھا اور اسی دن جمعہ کی نماز میں مجھے بتایا گیا کہ تین سو غیر مسلم نماز میں شامل ہو گئے کیونکہ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ کا اعلان بہت ہی مؤثر اعلان ہے اور چونکہ اُن کو پتہ نہیں تھا اس لئے گو اُنہوں نے رکوع ہمارے ساتھ مل کر کیا سجدہ میں گئے قعدہ میں بیٹھے لیکن ادھر اُدھر دیکھ لیتے تھے کیونکہ ان کو پتہ نہیں تھا کہ رکوع کس طرح کرنا ہے اور سجدہ کس طرح کرنا ہے؟ چنانچہ اس وقت تک دس ہزار سے زیادہ غیر مسلم ہماری اس مسجد میں ہمارے ساتھ مل کر خدائے واحد ویگانہ کی عبادت کر چکے ہیں۔ مسجد کو دیکھنے کے لئے جو سیاح آتے ہیں اگر نماز کا وقت ہو تو بیچ میں شامل ہو جاتے ہیں یعنی ہماری نماز میں شامل ہو جاتے ہیں، سارے نہیں ہوتے کوئی شامل ہوتا ہے کوئی نہیں ہوتا بہرحال مسجد تو سارے لوگ دیکھتے ہیں۔

گوٹن برگ کی مسجد کا میں نے اس سال افتتاح کیا ہے۔ گوٹن برگ سویڈن کا ایک بہت بڑا شہر ہے جو سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے بہت سے نامساعد حالات میں محض اپنے فضل ورحم کے ساتھ lease پر ہمیں ایک ایسا بڑا قطعہ دلوا دیا جو پہاڑ کی چوٹی پر ہے اور جس کا رقبہ ڈیڑھ ایکٹر ہے وہاں ہمارا گھر بنا ہے یعنی مشن ہاؤس اور اس کے ساتھ مسجد اور اس کے ساتھ بہت بڑا مسقّف ایریا ہال اور لائبریری اور جو باہر سے آتے ہیں اُن کے لئے علاوہ رہائشی حصہ کے بیٹھنے کا کمرہ، ڈرائنگ روم کے پیچھے ایک اور بھی بہت بڑا کمرہ ہے۔ یہ

سارے قبلہ رُخ ہیں۔ نماز کے وقت اگر نمازی زیادہ ہوں مثلاً عید وغیرہ کے موقع پر تو یہ مسجد کے ساتھ کام آتے ہیں۔ جب میں نے مسجد کا افتتاح کیا تو یہ سارے بھرے ہوئے تھے۔ ۲۰؍اگست کو افتتاح ہوا اس موقع پر جرمنی سے بھی ہمارے احمدی دوست آئے ہوئے تھے جرمنی میں بھی بہت بڑی جماعتیں ہیں یعنی بہت بڑی اُن ملکوں کے لحاظ سے۔ ہمارے یہاں کی جماعت کے لحاظ سے نہیں۔ ہمارا خیال ہے جرمنی میں اس وقت ایک ہزار احمدی ہوں گے کچھ بہت پرانے ہیں کچھ وہاں کے ہیں اور کچھ پچھلے سال کے اندر گئے ہیں ایک ہزار کے لگ بھگ ہیں بلکہ کم ہوں گے اوسلو میں اچھی خاصی بڑی جماعت بن گئی ہے۔ بچوں کو ملا کر وہاں چار پانچ سو احمدی ہیں۔ وہاں سے بھی دوست آئے ہوئے تھے انگلستان سے ہوائی جہازوں پر آئے تھے کچھ پاکستان سے گئے ہوئے تھے۔ اُسی دن صبح پریس کانفرنس تھی وہاں کمال یوسف صاحب مشنری انچارج ہیں مشنری انچارج ہی انتظام کرتا ہے اُس نے کہا بیٹھ کر پریس کانفرنس ہوگی جس طرح ہم زمین پر بیٹھتے ہیں اُس طرح بیٹھ کر ہوگی میں نے سوچا اگرچہ ان لوگوں کو تکلیف ہوگی کیونکہ اُن کو کرسیوں پر بیٹھنے کی عادت ہے لیکن ہمارا جو معاشرہ ہے ہم اس کو کیوں چھوڑیں اس لئے میں نے کہا چلو ایسا ہی سہی۔ چنانچہ میرے دوروں میں یہ پہلی کانفرنس ہے جو بیٹھ کر ہوئی مسجد کے اندر اور وہاں اُنہوں نے خوب سوال کئے اور جواب سُنے۔ اسلامی تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر میں نے روشنی ڈالی جس کا بہت چرچا ہوا۔ وہاں کی ۴۰ اخباروں کے تراشے ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں جن میں افتتاح کی خبریں دی گئی ہیں اور یہ بہت بڑی پبلسٹی ہے۔

پبلسٹی کے ضمن میں میں یہ بھی بتا دوں کہ امریکہ میں ہر جگہ کافی پبلسٹی ہوئی۔ بعض چیزیں تو میرے لئے حیران کن ہیں مثلاً نیویارک میں جو پریس کانفرنس تھی وہاں اخباروں کے نمائندوں کے علاوہ ٹی وی اور ریڈیو کے نمائندے بھی آئے ہوئے تھے۔ ٹی وی والوں نے ۳۰ منٹ کی ایک فلم تیار کی جسے اُسی دن تو دکھا نہیں سکتے تھے مجھے بعد میں پتہ چلا کہ اُنہوں نے ۳۰ منٹ کی ٹی وی رنگین فلم دکھا دی ہے اور ۳۰ منٹ کی فلم بڑی چیز ہے۔ مجھے ایک امریکن احمدی دوست نے ایک دفعہ ملاقات کے دوران اپنے جوش کا اظہار کیا ہر ایک دل میں جوش پیدا ہوتا ہے اور خیالات آتے ہیں کہ یوں کرنا چاہیئے اور یوں کرنا چاہیئے۔ خیر اُنہوں نے کہا ہمارا پراپیگنڈا

ریڈیو پر نہیں آ سکتا کیونکہ وہ بڑے پیسے مانگتے ہیں۔ ریڈیو والے ایک سو ڈالر یعنی ایک ہزار روپے فی منٹ مانگتے ہیں۔ اگر روزانہ دس منٹ لئے جائیں تو دس ہزار روپیہ اور ایک مہینے کا تین لاکھ روپیہ اور سال کا ۳۶ لاکھ روپیہ بنتا ہے یہ تو ہم Afford نہیں کر سکتے۔ اس کے دماغ میں ایک سکیم آئی تھی کہ آپ اس طرح کریں تو ہمیں مفت میں پبلسٹی مل جائے گی۔ وہ بھی کچھ جائزہ لیا ہے بعض ایسے راستے ہیں کہ نسبتاً سستا وقت ہمیں مل سکتا ہے۔ بہرحال یہ تو امریکن جماعتوں کا کام ہے وہ خود ہی کریں گی ہمیں اس کی فکر نہیں۔ سویڈن میں ۴۰ اخباروں نے خبریں دیں۔ جرمنی میں ایسی جگہوں کے اخباروں نے دیا کہ ان اخباروں کے نام کا بھی ہمارے مبلغ کو پتہ نہیں۔ وہاں ایک جگہ ایک ایجنسی کی نمائندہ آئی ہوئی تھی اس نے کہا ۴۰ اخبار ہیں جن کو میں خبریں پہنچاتی ہوں اور ۴۰ ہی کو میں نے خبریں بھجوائی ہیں۔ غرض اس طرح لاکھوں لاکھ لوگوں تک پیغام پہنچ گیا۔ یہ درست ہے کہ وہ ایک دن میں احمدی نہیں ہوں گے لیکن یہ درست ہے کہ احمدیت کی وجہ سے وہاں ایک انقلابی حرکت ہمیں نظر آنے لگ گئی ہے اور اُن میں ٹھہراؤ نہیں ہے بلکہ ایک حرکت ہے اور جماعت آگے بڑھ رہی ہے اور ہر حرکت جو آگے بڑھتی ہے ایک وقت میں Momentum Gain کرتی ہے اس میں ایک تیزی پیدا ہوتی ہے پھر وہ تیزی بڑھتی چلی جاتی ہے اور پھر بڑی جلدی انقلاب آ جاتا ہے۔ یہ انقلاب میرے اور آپ کے لئے نہیں۔ یہ اللہ اور اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اُسی کی خبر دی گئی ہے میں کس باغ کی مولی ہوں اور آپ کی کیا حیثیت ہے سوائے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ خادم ہونے کے اور کوئی حیثیت نہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عاجزی کا بھی اظہار کیا ہے اور ہمیں بھی یہی تعلیم دی ہے کہ خدا تعالیٰ کو عاجزانہ راہوں کا اختیار کرنا پسند ہے اور کہا ہے کہ شوخی اور کبر شیطان لعین کا کام ہے یہ انسان کو زیب نہیں دیتا۔ ہم تو حیران ہیں کہ ہمارے جیسے عاجز بندے نہایت ہی حقیر قربانیاں اپنے رب کے حضور پیش کرتے ہیں اور ہمارا پیارا رب اتنا پیار کرنے والا ہے کہ وہ اُن کے ایسے نتائج نکالتا ہے کہ کوئی نسبت ہی نہیں ہماری قربانی اور نتائج کے درمیان۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ مغربی افریقہ میں ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' کی جو سکیم ۱۹۷۰ء میں تیار کی گئی تھی اور جس میں جماعت نے

۵۳ لاکھ اور چند ہزار روپے چندہ دیا تھا وہاں خدا تعالیٰ نے ہمارے ہسپتالوں میں اتنی برکت ڈالی اور ہمارے ڈاکٹروں کے ہاتھ میں اس قدر شفاء رکھی کہ وہاں کے امراء (یعنی بہت امیر لوگ جو Millionaires کہلاتے ہیں) مجبور ہوئے ہمارے پاس آنے کے لئے حالانکہ اچھی اچھی عمارتوں والے ہسپتال تھے جن میں غیر ممالک کے یورپین اور امریکن ڈاکٹر کام کر رہے تھے اُن ہسپتالوں کو چھوڑ کر ہمارے پاکستانی ڈاکٹروں کے پاس آنے لگ گئے اور بڑی بڑی رقمیں فیس میں دیں۔ آپریشن کرواتے تھے بڑی رقمیں دے جاتے تھے وہ رقم یہاں کے لئے تو نہیں تھی نہ وہاں کے احمدیوں کے لئے انفرادی طور پر تھی۔ وہ ملک، ملک کی قوم کے لئے تھی اور عوام پر خرچ کر دی گئی اور جو خرچ کی گئی وہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہماری قربانی ۵۳ لاکھ اور کچھ ہزار تھی اور اس میں سے بھی اس وقت تک ساری رقم خرچ نہیں ہوئی مثلاً میرا خیال ہے کہ اس میں سے کوئی چھ سات لاکھ روپے کی رقم انگلستان کی جماعتوں کی وہیں پڑی ہوئی ہے لیکن مغربی افریقہ میں نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم کے مطابق ڈیڑھ کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ جو ہم نے نہیں دیا وہ آسمانوں سے فرشتوں کے نزول کے طفیل ہمیں ملا ہے یعنی جو قربانی وہاں خرچ کی گئی تھی میرا خیال ہے ۴۰۔۴۵ لاکھ سے زیادہ نہیں لیکن وہاں ہسپتالوں اور سکولوں کے اجراء کے اوپر جو خرچ ہو چکا ہے وہ ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ ہے اور ابھی عرصہ کتنا گذرا ہے ۱۹۷۰ء میں اعلان کیا تھا ۱۹۷۲ء میں یہ کام شروع ہوئے تھے اور ۱۹۷۴ء میں پھیل گئے۔ کم و بیش ۱۷ ہسپتال بن گئے اور جو وعدہ کیا تھا اس کے مطابق کام شروع ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے آمد کے سامان پیدا کر دیئے۔ گوٹن برگ میں جو مسجد بنی ہے اس کی تعمیر میں بھی انگلستان کی جماعتوں نے زیادہ رقم خرچ کی ہے یعنی قریباً اسی ہزار پاؤنڈز جس کا مطلب ہے کہ پرانی شرح تبادلہ کے مطابق قریباً ۱۸۔۲۰ لاکھ روپے اور اب تو شرح اور کم ہو گئی ہے۔ بہرحال جس وقت انہوں نے رقم دی تھی اس وقت کی شرح کے مطابق یہی رقم بنتی ہے اب اسی ہزار پاؤنڈز یا اسی لاکھ پاؤنڈز بھی لوگوں کے دل تو مارکیٹ میں جا کر نہیں خرید سکتے۔

نیت بخیر تھی دعائیں کرتے ہوئے اس کے حضور عاجزانہ جھکتے ہوئے پہاڑ کی ایک چوٹی پر خدا کا ایک گھر تیار کر دیا گیا جہاں سے سارا شہر نظر آتا ہے اور سارے شہر کو جہاں سے خدا کا

گھر نظر آئے گا۔

غرض ایک بڑی خوبصورت عمارت بن گئی ہے دیکھنے کے لحاظ سے بھی اور Utility کے لحاظ سے بھی۔ لیکن جس دن افتتاح تھا اس دن ایک ملک کے سب سے بڑے پادری بھی وہاں موجود تھے وہ بھی وہاں کھنچے چلے آئے۔ سارا دن یہ نظارہ دیکھنے میں آیا میں بھی کچھ دیر باہر دوستوں کے ساتھ کھلے جنگل کے درختوں کے سایہ میں رہا اور دوستوں سے ملتا رہا جو کار آتی تھی کھڑی ہو جاتی تھی۔ کچھ دیکھتے رہتے تھے وہاں سے اور کچھ اتر کر اندر آ جاتے تھے کچھ بسوں میں آتے تھے اور اتر کر اندر آ جاتے تھے۔ یہ کھلی زمین تھی پتہ نہیں کب کی پڑی ہوئی تھی۔ میں ابھی وہیں تھا کہ کمال یوسف مشنری انچارج کا پیغام آیا دو بوڑھی عورتوں کا کہ جس جگہ تمہاری مسجد بنی ہے اس جگہ ایک پگڈنڈی نیچے سے اوپر کو جاتی تھی ہم اس پر سیر کرتے ہوئے یہاں سے گذرا کرتی تھیں اب آپ کی مسجد بن گئی مشن ہاؤس بن گیا اب ہمیں یہ پگڈنڈی چھوڑنی پڑے گی۔ وہ گذر رہی تھیں کہ ساتھ یہ بھی کہا۔ کمال یوسف میرے پاس آئے میں نے کہا نہیں! انہیں روک کر یہ پیغام دو کہ جس طرح پہلے یہ پگڈنڈی آپ کی سیر گاہ تھی اب بھی رہے گی۔ آپ کو اس علاقے سے گذرنے سے کوئی نہیں روکتا۔ غرض دن میں سینکڑوں آدمی وہاں سے گذرتے ہوئے دیکھنے کے لئے آ جاتے ہیں۔ محلے کا یہ حال ہے کہ پندرہ بیس بچے ہر وقت وہاں رہتے تھے۔ وہ شوخیاں بھی کرتے تھے شرارتیں بھی کرتے تھے ایک دوسرے سے کشتیاں بھی کرتے تھے اور ایک دوسرے پر پتھر بھی پھینکتے تھے خوب Enjoy کرتے تھے اور کھانے کا وقت ہو تو وہ سارے کے سارے ہمارے کھانے میں بھی شریک ہو جاتے تھے اور کام ہو تو کام میں بھی لگ جاتے تھے۔ پریس کانفرنس کے وقت ایک بچہ ہاتھ میں کسی پریس والے یا ہمارے احمدی کا مائیک پکڑ کر میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے اور وہ ہمارے ہمسائے عیسائی خاندان کا بچہ ہے۔ ان دنوں غالباً چھٹیاں تھیں اور وہ سارا دن وہاں رہتا تھا اور جو کام بھی ہو کرتا تھا مثلاً کھانے کے وقت میزوں پر برتن لگانے یا لے کر جانے وغیرہ وغیرہ۔ غرض محلے کے سارے بچے آتے تھے اور خوشی خوشی ہمارا ہاتھ بٹاتے تھے۔

جہاں تک پریس کا سوال ہے وہ لوگ غصہ بھی نکال لیتے ہیں ایک پریس فوٹو گرافر آیا اس

نے کہا میں زنانہ حصہ کی تصویر لے سکتا ہوں؟ ہمارے اس دوست نے جس سے اُس نے پوچھا تھا جواب دیا کہ یہ تو جو زنانہ حصہ میں بیٹھی ہیں وہی بتائیں گی کہ تم تصویر لے سکتے ہو یا نہیں؟ بڑا اچھا جواب دیا۔ اس نے کہا میں کیا بتاؤں آؤ ان سے پوچھتے ہیں۔ زنانہ حصہ کے باہر کھڑے ہو کر باہر سے آواز دی اندر ہماری باپردہ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں کہ یہ پریس فوٹو گرافر صاحب ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ وہ آپ کی تصویر لے سکتے ہیں؟ عورتوں نے کہا نہیں! ہم نہیں پسند کرتیں کہ ہماری تصویر لیں۔ خیر وہاں تو انہوں نے کچھ نہیں کہا لیکن اپنی رپورٹ میں جو اخبار میں شائع کی اس میں انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اسلام نے عورت کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی اس لئے وہ مسجد میں جا ہی نہیں سکتیں۔ ان کے لئے علیحدہ کمرہ بنایا ہوا ہے جو مسجد کا حصہ نہیں ہے۔ میں نے کہا لو یہ شخص عورتوں پر غصہ نکالتے نکالتے ہم پر غصہ نکال گیا ہے۔ جب اس کے بعد ہم اوسلو گئے تو وہاں پریس کانفرنس میں سوال کر دیا گیا۔ میں حیران کہ یہ خبر اوسلو میں بھی پہنچی ہوئی تھی۔ سوال کرنے والی عورت ہی تھی میں نے اس کو سمجھایا کہ یہ تو اس شخص نے غصہ اتارا ہے عورتیں مسجد میں جاتی ہیں۔ جس حصہ میں وہ بیٹھتی ہیں وہ مسجد ہی کا ایک حصہ ہے۔ یہ تو درست ہے کہ وہ مردوں کے پیچھے ایک طرف کھڑی ہوتی ہیں لیکن یہ کہنا کہ عورت مسجد میں جا ہی نہیں سکتی یہ غلط ہے لیکن بہرحال اس فوٹو گرافر کو موقع ملا اس نے غصہ اتار لیا اور اس کی بڑی پبلسٹی ہوئی۔

میں لندن میں تھا کہ مجھے کمال یوسف صاحب نے فون کیا کہ ایک ملک کے سفیر نے (میں مصلحتاً اس ملک کا نام نہیں لینا چاہتا) کونسل جنرل کو حکم دیا کہ گوٹن برگ کی مسجد میں جاؤ چنانچہ وہ کونسل جنرل آیا اور اس نے ان کو بتایا کہ اس طرح مجھے حکم ملا ہے اور میں مسجد دیکھنے آیا ہوں۔ اُس نے ساری مسجد دیکھی اور پھر کہنے لگا کہ آپ کے نام پیغام یہ ہے کہ کبھی بھی آپ کو ایسی ضرورت پڑے جو ہم پوری کر سکتے ہوں تو آپ بے تکلف ہمیں بتائیں ہم وہ پوری کریں گے۔ وہ ایک عربی بولنے والے ملک کے سفیر کا کونسل جنرل تھا۔ ایک دن ایک اور مسلمان ملک کا ایک شخص آ گیا۔ بعد میں پتہ لگا کہ وہ سفیر تھا لیکن انہوں نے بتایا ہی نہیں کہ میں ہوں کون؟ نہ ہمارے کمال یوسف صاحب نے پوچھا اُن کی بیوی اور ایک اور افسر بھی ان

کے ساتھ تھا۔ انہوں نے کہا ہم مسجد دیکھنے آئے ہیں چنانچہ مسجد دیکھی ۳۰۔۴۰ منٹ تک باتیں کرتے رہے۔ دوران گفتگو اُن کی بیوی نے بے جھجک کہا کہ بات یہ ہے کہ جہاں تک رسوم کا تعلق ہے ہر ملک کی اپنی رسوم کہلاتی ہیں اور ہمارے ملک میں بھی ہیں (مشرقی ممالک کی طرف کے تھے) لیکن اسلامی تعلیم میں نے جماعت احمدیہ سے سیکھی ہے اور یہ بات انہوں نے برملا مجلس میں کہی اور ہمارے مشنری انچارج کو نہیں پتہ تھا کہ یہ ہیں کون لوگ۔ جب وزیٹر بک اُن کے سامنے رکھی گئی اور انہوں نے اس پر دستخط کئے تو نیچے لکھا کہ میں فلاں ملک کا سفیر ہوں۔

غرض لوگوں کو اس مسجد کے ساتھ بھی دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ مسجد کے ساتھ دلچسپی میرے ساتھ دلچسپی یا آپ کے ساتھ دلچسپی تو نہیں خدائے واحد و یگانہ کے ساتھ دلچسپی ہے جس کا وہ گھر ہے اور امن کی جگہ ہے۔ جو مجھ سے ملتا تھا میں اس سے کہتا تھا کہ دیکھو اس مسجد میں کتنا سکون ہے۔ اس میں کتنا امن ہے۔ جب آدمی اس میں داخل ہوتا ہے تو وہ سارے تفکرات بھول جاتا ہے اور یہ صرف ہم پر اثر نہیں بلکہ جو غیر مسلم وہاں آئے ہوئے تھے وہ بھی کہتے تھے کہ آپ کی بات درست ہے بڑی پُرسکون جگہ ہے وہ سارا علاقہ ہی پُرسکون ہے۔ بڑی کثرت سے لوگ آتے ہیں اور انشاء اللہ آتے رہیں گے۔ ہمارے ساتھ ایک مووی لینے والے تھے ان کی مووی دیکھی کہ ابھی ہم دو میل پرے تھے کہ مسجد کا گنبد اور چھوٹے چھوٹے مینار نظر آنے لگ گئے تھے اور ویسے شہر سے تو سارا منظر دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت دی اب یہ برکت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل قرآن کریم کی تعلیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ماتحت حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد یہ سمجھو کہ ہم نے کچھ نہیں کیا جو کچھ ملا وہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل کا نتیجہ ہے اور بس۔ اور یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے اور حقیقت بھی ایسی کہ ہمارے الفاظ اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ ہمارے کرنے اور ہمارے لینے میں، ہمارے دینے اور ہمارے لینے میں زمین آسمان کا فرق ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں زمین آسمان کا فرق بھی کم ہے اس سے زیادہ فرق ہے۔ سوچنا چاہیئے کہ دیا ہم نے کیا اور لیا ہم نے کیا وہاں مسجد بن گئی وہاں نئی بیعتیں ہو گئیں لوگ جماعت میں شامل ہوئے وہاں نئے مطالبے ہو گئے کہ ہمیں کتابیں دو۔ اب سکیم بنانی پڑی ہے امریکہ شائع

کرے یا انگلستان شائع کرے یا پاکستان شائع کرے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے لیکن بہرحال ساری ضروریات دیکھنے کے بعد اس کا جو ابتدائی کام ہے وہ شروع ہو گیا ہے۔ بہت سی چیزیں ہیں جو ہمارے کرنے والی ہیں صرف چندہ دینا تو کافی نہیں ہے۔ وقت دیں اپنی عقل اپنا علم اسلام کی راہ میں خرچ کریں مضمون لکھا کریں۔ میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ دوست اس طرف توجہ کریں کئی لوگ بی۔اے، ایم۔اے ہیں لیکن پتہ نہیں کیوں دینی علوم سیکھنے اور مضامین لکھنے کی طرف توجہ نہیں کرتے یا اتنی توجہ نہیں کرتے جتنی توجہ کرنی چاہیئے۔ جماعت میں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنا علم ہے! اتنا علم ہے!! اور خدا تعالیٰ کی اتنی عظیم عطا ہے علم کا ہونا۔ یہ تو پھر ناشکرا پن ہے اگر ہم خدا کی راہ میں اس علم کو خرچ نہ کریں۔ میرے دورے پر جانے سے چند دن پہلے تعلیم القرآن کلاس شروع ہوئی تھی اور میرے جانے کے بعد ختم ہوئی۔ اس میں ہماری بچیاں بھی شامل ہیں وہ دو گروپس میں مجھ سے ملنے کے لئے آئیں۔ ان کے ایک گروپ سے بات ہوئی تو پتہ لگا کہ اس کلاس میں ۱۲۵ لڑکیاں گریجوایٹ ہیں۔ اگر وہ سال میں ایک مضمون بھی لکھیں یعنی وہی ۱۲۵ گریجوایٹ لڑکیاں جو یہاں تعلیم القرآن کلاس میں شامل ہوئی تھیں مضمون لکھیں تو ۱۲۵ مضمون بن جاتے ہیں۔ یہ تو ہمارے مبلغین کا کام ہے کہ ان کو گائیڈ کریں کیونکہ بی۔اے، ایم۔اے طالب علم اپنے طور پر تو حوالے اکٹھے نہیں کر سکتے ان کو مضمون بتائیں ان کی دلچسپی کے۔ ان کو گائیڈ کریں کہ فلاں جگہ سے تمہیں اس کا حوالہ ملے گا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ تیاری کریں دو مہینے لگائیں تین مہینے لگائیں چار مہینے لگائیں یہاں تک کہ ایک علمی مضمون تیار ہو جائے جو واقع میں علمی ہو اور جسے شائع کرتے ہوئے ہمیں شرم محسوس نہ ہو بلکہ ہم سمجھیں کہ مدلل مضمون ہے اگر ایک مضمون میں ایک بھی نئی دلیل دنیا کے سامنے آ گئی ہے تو یہ بھی علمی دنیا کی بڑی خدمت ہے ساری علمی دنیا اسی طرح کر رہی ہے۔ لوگ تحقیق کرتے ہیں بعض کو نوبل پرائز مل جاتا ہے اس طرف توجہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ضرورت بہت ہے۔

غرض سویڈن میں گوٹن برگ کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد بن گئی۔ خدا کا گھر تیار ہو گیا اور آباد ہو گیا۔ انشاء اللہ برکتیں بڑھتی چلی جائیں گی۔ گوٹن برگ کے نارتھ ویسٹ میں اوسلو ہے جو ناروے کا دارالخلافہ ہے۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق سویڈن سے میں اوسلو گیا

وہاں جماعت بھی ہے اور وہاں مسجد کے لئے جگہ بھی دیکھنی تھی۔ دوستوں نے دو جگہیں تلاش کی ہوئی تھیں۔ ایک کے تو مانگ رہے تھے ۳۵ لاکھ سویڈش کرونے۔ ۲½ ایکڑ رقبے میں دو عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ اس کے کچھ پرے بھی ایک جگہ تھی۔ وہاں بسیں وغیرہ اگر جاتی بھی تھیں تو بہت کم جاتی تھیں اور دوسری بڑی اچھی جگہ شہر کے مرکزی حصے میں تھی اور اس کی قیمت بھی مناسب تھی۔ وِلا (Villa) ٹائپ جگہ تھی یعنی جس طرح کسی قطعہ زمین میں ایک کوٹھی ہوتی ہے اسی طرح کسی اور کے ساتھ اس کی دیواریں بھی نہیں لگتی تھیں اور قیمت اس کی تھی دس لاکھ کرونے اور اس کا انتظام بھی ہوسکتا تھا لیکن دماغ میں تاریخیں غلط یاد رہ گئیں۔ جس ترتیب سے انگلستان صدسالہ جوبلی کی رقمیں جمع کر رہا ہے اسی طرح اوسلو والوں نے ایک رقم جمع کرنی تھی دسمبر میں۔ مَیں سمجھا کہ اسی سال کے دسمبر میں جمع ہو رہی ہے۔ میں نے جا کر جگہ دیکھی مجھے بہت پسند آئی میں نے کہا ان سے Negotiation کرو اور قیمت کچھ کم کرانے کی کوشش کرو جو عمارتوں والی جگہ ہے وہاں عمارتوں میں کچھ ہلکی ہلکی تریڑیں آئی ہوئی تھیں Sarveyor سے کہہ کر اس کا سروے کروایا اس نے بھی کہا یہ ٹھیک ہے اوپر صرف پلستر کی تریڑیں ہیں اندر نہیں بالکل ٹھیک ہے لیکن جب ہم انگلستان آئے تو پتہ لگا کہ اس سال دسمبر نہیں۔ بلکہ ۱۹۷۷ء کے دسمبر میں وہ رقم ملنی ہے۔ اس کا مالک سوا سال تو انتظار نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے کہا اس کو کہہ دو مجبوری ہے اور جماعت کے دوست بڑے پریشان ہوئے مگر پریشانی کی کیا بات ہے خدا اس سے بہتر جگہ دے دے گا ہم تو اس پر توکل رکھنے والے اور رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (القصص: ۲۵) کی رو سے ہم تو اسی کے دَر کے فقیر ہیں اور فیصلہ بھی اسی سے چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے جو بھی بہتر سمجھتا ہے وہ مہیا کرے۔ ہم عاجز انسان ہیں آگے پیچھے اوپر نیچے سب چیزوں کا ہمیں کہاں علم ہوتا ہے۔ پس جو علام الغیوب خدا ہے اس کو ہم کہتے ہیں اے خدا! تو سب چیزوں کو ماننے والا ہے تو ہماری مدد کو آ اور ہمارے لئے جو بہتر چیز ہے وہ عطا کر۔ میں نے ان سے کہا اس میں بھی خدا تعالیٰ کی کوئی حکمت ہوگی خدا تعالیٰ اس سے بہتر جگہ دے دے گا۔ ان کو ویسے بڑی مشکل پیش آئی ہے ایک جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے چند گھنٹوں کا ان کو پتہ نہیں کتنے سو روپے کرایہ دینا پڑتا ہے۔ وہاں ان ملکوں میں بہت

زیادہ مہنگائی ہے اتنی مہنگائی ہے کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بہرحال اب وہ گزارہ ہی کریں گے جب تک کہ خدا تعالیٰ ان کے لئے سامان نہ پیدا کر دے۔ ہوسکتا ہے کہ گھر لینے کی بجائے ہمیں زمین ملے اور وہاں ایک مسجد تیار ہو جس طرح سویڈن میں ہوئی ہے یعنی باقاعدہ مسجد۔ ویسے تو ساری زمین ہمارے لئے مسجد ہے بعض لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا گھبرا جاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا (بخاری کتاب التیمّم) کہ اللہ تعالیٰ نے ساری زمین میرے لئے مسجد بنا دی ہے البتہ دو جگہ نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ایک ٹائلٹ میں جہاں ہم رفع حاجت کے لئے جاتے ہیں اور ایک مقبرے میں اور اس کے علاوہ ہر جگہ مسجد ہے۔ اس طرح تو کسی کا مسجد سے مسلمان کو نکالنا مشکل ہے سوائے اس کے کہ اس زمین سے نکالے تبھی مسجد سے نکال سکتا ہے۔ غرض مسجد کی شکل میں مسجد ملے یا گھر کے کمرے کی شکل میں یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن دل چاہتا ہے کہ مسجد کی شکل میں ہو تو زیادہ اچھا ہے۔

پھر رہ جاتے ہیں ہمارے اس ابتدائی پروگرام میں اٹلی، فرانس اور سپین اور ان چودہ سال کے اندر محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمیں اس کی بھی توفیق مل جائے گی بعض جگہ مثلاً اٹلی میں ہمیں یہ Offer آ گئی تھی کہ یہ یہ کام کریں تو ہم بڑی مدد کرتے ہیں لیکن وہ اس قسم کے کام تھے کہ جماعت احمدیہ کو قابل قبول نہیں تھے۔ ہمیں دولت دینے والی کوئی دنیوی ایجنسی یا کوئی دنیوی طاقت یا حکومت نہیں ہے۔ ہمارے خلاف یہ بھی بڑا پراپیگنڈا ہے کہ اسرائیل دیتا ہے ان کو پیسے اور فلاں دیتا ہے اور یہ انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اور جو صیہونیت کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے اور جو نصرانیت کے خلاف لکھا ہے اس کو یہ پڑھتے نہیں اور نہ اس کا جواب دے سکتے ہیں اور جو پڑھتے اور عمل کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے عیسائیوں کو اور یہودیوں کو لا رہے ہیں اُن پر اعتراض کر دیتے ہیں۔ ایک بہت بڑے پاکستانی لیڈر سے باتیں ہوئیں۔ میں نے کہا امریکہ میں یہودیوں کو ہم مسلمان کر رہے ہیں کہنے لگا اچھا؟ یہ ہو رہا ہے یہ کس طرح ہوسکتا ہے اور اس طرح بعض اور ملکوں کا میں نے بتایا۔ میں نے کہا اب ہو تو یہی رہا ہے کیسے ہوسکتا ہے کا

تو مجھے پتہ نہیں لیکن یہ واقع ہے اور میں نے ایک یہودی کا آپ کو بتایا ہے کہ وہ مسلمان ہوا ہے۔ یحییٰ اس کا نام ہے اور اس کے شاید تین چار لڑکے ہیں لیکن دو ذرا بڑے ہیں۔ یہودیت سے مسلمان ہونے والے اس دوست کے بچوں میں سے ایک وہ بھی تھا جس نے کنونشن کے موقع پر قرأت کے مقابلہ میں حصہ لیا اور اوّل آیا اور انعام لیا۔ یہ نہیں کہ ویسے ہی احمدیت اور اسلام کا لیبل لگا لیا ہے بلکہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کر رہا ہے اور بہت تربیت دے رہا ہے یعنی قرآن کریم پڑھا دیا پھر بہت سی سورتیں حفظ کروا دیں اور دوسری کتابیں اُن کو پڑھاتا ہے وہ ایک چھوٹے سے فارم میں رہتا ہے جہاں اسے وقت بھی زیادہ ملتا ہے اس لئے وہ بچوں کا بہت خیال رکھتا ہے بلکہ اس کی ایک اَور عزیزہ احمدی ہوئی ہے ایسے وقت میں جب کہ اس کی بچی جوان ہو چکی ہے۔ اُن ملکوں میں ماحول میں جب بچہ جوان ہو جائے تو اس کو پکڑنا اور اپنے ماحول میں لانا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے چنانچہ وہ رونے لگ گئی کہنے لگی دعا کریں خدا تعالیٰ اس کو ہدایت دے دے۔ کیونکہ ایسے وقت میں مجھے احمدیت ملی ہے جب یہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہے اور آزاد ہے اور توجہ نہیں کرتی وہ اُسے لے کر آئی ہوئی تھی اس نے بھی باتیں سنیں، خطبے سنے۔ غرض اس قسم کے لوگ پیدا ہو رہے ہیں۔

میں بتا یہ رہا ہوں کہ ہمیں اسرائیل سے پیسے کی ضرورت نہیں اور نہ نصرانیت کا پیسہ ہماری غیرت قبول کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے بڑا ہی بے غیرت ہے وہ مسلمان جوان کا دودھ لے کر پینا شروع کر دے اور ان کی گندم کھانی شروع کر دے۔ اللہ ہمیں محفوظ رکھے اور یہ اس وقت کہا تھا جب انہوں نے گندم اور آٹا اس طرح تقسیم کرنا بھی شروع نہیں کیا تھا۔

پس ہماری دولت اللہ ہے لَهُ الْمُلْكُ (فاطر: ۱۴) ہر دو جہان اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اس کی جو مخلوق ہے وہ اس کے قبضہ میں ہے اور وہ اس کا مالک ہے۔ وہ اپنی برکتوں کے نتیجہ میں ہمارے لئے سامان پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس دولت کا سامان ایک مومن مخلص سینہ میں دھڑکنے والے دل میں پیدا کرتا ہے اور اس کو کہتا ہے کہ وہ جا کر دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۳۹) تیری مدد کو وہ لوگ آئیں گے جن کو ہم آسمانوں سے کہیں گے کہ جاؤ ان کی مدد کرو۔ اب جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے جب میں نماز سے باہر نکلا اور جس دوست نے کہا یہ لیں ہزار روپے کا وعدہ اور اگلے دن اس نے چیک دے دیا۔ اس کو میں نے تو نہیں جا کر کہا تھا کہ دے۔ میں نے تو کبھی کسی کو نہیں کہا میں تو جماعت کو کہا کرتا ہوں اپنی فکر کرو اگر کرنی ہے اور صرف پیسے نہ دو۔ ۱۹۷۰ء میں مَیں نے کہا تھا کہ مجھے پیسوں کی فکر نہیں۔ مجھے پتہ ہے کہ جماعت بڑی قربانی کر رہی ہے لیکن مجھے اس بات کی فکر ہے کہ بعض لوگوں کی قربانیاں قبول نہیں کی جاتیں رد کر دی جاتی ہیں اور خدا منہ پر مارتا ہے کہ لے جاؤ میں نے تمہارے گندے مال کو لے کر کیا کرنا ہے جو اخلاق سے عاری اور ریا اور نفاق سے بھرا ہوا ہے۔ تو دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ ان قربانیوں کو قبول کرے۔ ہمیشہ عاجزانہ دعائیں کرتے رہنا چاہیئے باقی خدا تعالیٰ جو مالک الکل ہے اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ جتنا قربانی کے رنگ میں لیتا ہے اس سے کہیں زیادہ واپس بھی کرتا ہے یہ تو روزمرہ ہماری زندگی میں مخلصین کی زندگی میں یہ نظارے نظر آتے ہیں۔ مخلصین جماعت نے خدا کی راہ میں قربانیاں دیں اور خدا تعالیٰ نے ان کے گھر بھر دیئے پھر اَور قربانیاں دیں اور خدا نے اُن کے اَور زیادہ گھر بھر دیئے۔ یہ سلسلہ تو اپنے طور پر جاری ہے لیکن ہر شخص کو ہر وقت جب تک کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو جائے اس وقت تک یہ فکر رہنی چاہیئے کہ ہم خدا کی راہ میں تھوڑا بہت جتنا بھی اس کے سامنے پیش کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اور ہمارے گھروں کو اپنی رحمتوں سے بھر دے اور اپنے نور سے ہمارے سینوں اور ہمارے ذہنوں کو بھر دے اور ہمیں اس کے نور کے پھیلانے کا ذریعہ بنا دے۔

اس کے بعد ہم ڈنمارک گئے وہاں بھی یہی مسئلہ درپیش۔ وہاں کے مبلغ انچارج مجھے کہنے لگے کہ یہاں کے پُرانے احمدی خاندان کہتے ہیں کہ وہ ساری کتابیں پڑھ چکے ہیں اَور کتابیں دو۔ ڈنمارک سے ہم مغربی جرمنی چلے گئے جرمنی میں ایک چھوٹا سا فنکشن (Function) فرینکفرٹ کے میئر نے کیا ہوا تھا وہ بڑی دلچسپی لے رہا تھا اور پوچھتا تھا کہ تعلیم کیا ہے اور آپ نے افریقہ میں کیا کام کیا ہے اور کتنے ہسپتال کھولے اور کتنے سکول کھولے اور آپ افریقی لوگوں

کی اور کیا خدمت کر رہے ہیں؟ غرض وہ اس تقریب کے موقع پر بہت دلچسپی لے رہا تھا اس نے بلایا ہوا تھا ایک صوبے کے منتخب ممبر کو جو پادری تو نہیں تھا لیکن عیسائی ایسوسی ایشن کا منتخب ممبر تھا اور ساری عمر ہی ممبر رہا ہے۔ اس کو بلوایا ہوا تھا پتہ نہیں اس سے اُن کی کیا غرض تھا چنانچہ میں نے دوران گفتگو اُسے بتایا کہ ہم افریقہ میں اس اس طرح خدمت کر رہے ہیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں کسی اَور سے ہمیں پیسہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دَر ہمارے لئے کافی ہے اور میں نے کام بتائے کہ اس طرح ہم خدمت کر رہے ہیں تو اس نے اس منتخب ممبر کی طرف دیکھا اور مسکرا کر اس سے کہنے لگا کہ آپ سن رہے ہیں کہ یہ کیا بتا رہے ہیں۔

پس بعض دفعہ میں بہت پریشان ہوتا ہوں خود اپنے آپ کو اور جماعت کو سامنے رکھ کر کہ ایسا نہ ہو ہم خدا تعالیٰ کی ناشکری کر جائیں۔ خدا تعالیٰ اتنے فضل کرتا ہے کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں جب ہم لائبیریا میں گئے۔ زمین تو ہمیں پہلے ہی پریذیڈنٹ ٹب مین صاحب نے دے دی تھی ڈیڑھ سو ایکڑ۔ اب وہ فوت ہو چکے ہیں۔ غرض ایک جگہ پچاس ایکڑ زمین ہے اور غالباً دوسری جگہ بھی اتنی ہی ہے لیکن وہاں مکان تعمیر ہونے میں اور سکول اور ہسپتال جاری کرنے میں وقت لگنا تھا ایک عیسائی مشن نے وہاں کام شروع کیا تھا اور کئی سال تک کام کرنے کے بعد وہ ناکام ہوئے اور عمارتیں چھوڑ کر اس جگہ سے چلے گئے وہ مکان خالی پڑے ہوئے تھے ان کو پتہ نہیں کیا خیال آیا خدا تعالیٰ خود سامان پیدا کرتا ہے جن لوگوں سے ہمارا مقابلہ ہے روحانی اور اخلاقی اور مذہبی میدانوں میں۔ انہوں نے کہا یہ مکان خالی پڑے ہوئے ہیں یہ احمدیوں کو دے دو۔ چنانچہ وہ ہمیں مل گئے جب ہمیں ملے تو اُن کا سکول باوجود اتنی دولت کے جو عیسائی دنیا کے پاس ہے ناکام ہو گیا لیکن ہمارا سکول اتنا کامیاب ہوا کہ سارے علاقے کے بچے وہاں آنے لگے۔ انہوں نے ہمیں کہا تو یہ تھا کہ ۳۔۴ سال کم از کم اپنے پاس رکھو۔ اس عرصہ میں ہم آپ سے نہیں لیں گے لیکن ابھی سال سے بھی زیادہ عرصہ باقی تھا تو کہنے لگے واپس کرو۔ جس آدمی نے بنائے تھے وہ ملک چھوڑ کر اپنے ملک امریکہ چلا گیا تھا جب اس نے یہ حالات سنے تو واپس آ گیا اور اس نے کہا خالی کرو۔ اس عرصہ میں خدا تعالیٰ نے توفیق دے دی اپنے سکول کی اپنی زمین پر عمارت بنانے کی اور ان کو کہا ٹھیک ہے ہم خالی کر دیتے ہیں وقت سے پہلے تم اپنے

مکان لے لو چنانچہ انہوں نے بڑے طمطراق سے پھر اپنا سکول جاری کیا۔ چھ ماہ کے بعد وہ سکول ان سے چل نہیں سکا اور واپس چلے گئے۔ ہمیں ان کے تعمیر شدہ مکانوں میں کوئی دلچسپی نہیں، ہمیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت میں دلچسپی ہے اور اسی کے حصول اور اس کی رضا کی تلاش میں ہم اس کے حضور قربانی پیش کرتے ہیں جتنی بھی ہوسکتی ہے۔ دنیوی لحاظ سے ہمارا امیر بھی اور ہمارا غریب بھی انتہائی درجے کا مخلص دل رکھتا ہے۔ تربیت یافتہ ہو یا زیر تربیت ہو ہر ایک کے اندر ایک حرکت ہے جو خدا تعالیٰ کے قرب کی راہوں کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس سے قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کسی کی حرکت کمزور ہے اور کسی کی تیز ہے۔ یہ ہم مان لیتے ہیں لیکن ہر حرکت ہمیں خدا تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جانے والی ہے سوائے منافق کی حرکت کے جس کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آیا ہے وہ ریاء اور تکبر سے بھرا ہوا ہے اور دکھاوے کے لئے کام کرتا ہے اور فتنہ پیدا کرنے کے لئے مُصلح کا روپ بھرتا ہے اور مُصلح کے لباس میں وہ آتا اور خدا تعالیٰ کی جماعت اسے رد کرتی ہے۔ کئی یہاں کے لوگ یہاں کے متعلق عجیب باتیں کہہ دیتے ہیں اس وقت نوجوان باہر سے بھی آئے ہوئے ہیں اگرچہ اجتماع تو بعض وجوہ کی بناء پر نہیں ہوسکا لیکن میں ان کو سنا دیتا ہوں کہ یہاں ہمارے علاقے کے افسر صاحب کہنے لگے کہ نوجوان احمدی اپنی قیادت بدلنا چاہتا ہے یعنی خلیفہ وقت کو اتار کر نیا خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔ جس کے سامنے اس نے بات کی وہ تو ہنس پڑا اس نے کہا تم تو اتنی دیر سے یہاں ہو لیکن جماعت کو جانتے ہی نہیں۔ دنیا میں قیادتیں بدلا کرتی ہیں جو سیاسی قیادتیں ہیں وہ بدلا کرتی ہیں اپنی کمزوریوں کے نتیجہ میں۔ لیکن جو کمزور ہے اور کمزوری پر ہی راضی ہے خدا کا ایک عاجز بندہ ہے جسے خلیفہ وقت بنا دیا جاتا ہے اور وہ ہر آن چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لئے خدا تعالیٰ کا محتاج ہے اور اپنے اس مقام کو کبھی بھولتا نہیں اور ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور اعلان کرتا ہے پبلک میں کہ میرے جیسا عاجز انسان کوئی نہیں وہ کس مقام سے نیچے گرے گا۔ اس کا مقام تو ہے ہی عاجزی کرنا لیکن جس ہستی نے اس کا ہاتھ پکڑا ہے اس کی قدرتوں کا تو دنیا کی طاقتیں یا دنیا کے ذہن ساری عمر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دنیا عدم علم یا جہالت کی وجہ سے سب کے ساتھ یہی کرتی رہی ہے جو لوگ سوچتے رہتے ہیں وہ اسے سوچتے رہیں۔

مَیں ۱۹۷۰ء میں افریقہ کے دورہ پر گیا اور وہاں جماعت کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ دوست مصافحہ کرتے تھے اور ہاتھ چھوڑتے ہی نہیں تھے۔ اب یہ چیز نہ میری خوبی کی وجہ سے پیدا ہوسکتی ہے اور نہ میری کوشش کے نتیجہ میں۔ ایک جگہ تو ہمارے مبلغ نے پروگرام ایسا بنایا تھا جو میرے لئے بڑا تکلیف دہ تھا کیونکہ سو میل کے قریب فاصلہ طے کرکے میں ایک جگہ ایسے بے وقت پہنچا کہ میں جماعت سے مصافحہ نہیں کرسکتا اور وہاں میں نے ایڈریس دینا تھا جس میں غیر ملکی عیسائی بھی آئے ہوئے تھے۔ اُن میں یونیورسٹی کے عیسائی پروفیسر اور طالب علم بھی شامل تھے۔ میں نے بہرحال ایڈریس دینا تھا کیونکہ غیروں کو بلایا ہوا تھا میں نے سوچا مصافحے کروں گا تو ایڈریس نہیں دے سکتا ایڈریس دوں گا تو مصافحے نہیں کرسکتا۔ خیر میں نے ایڈریس دیا۔ سوال وجواب ہوتے رہے اس میں بہت دیر ہوگئی اور جب خاصا وقت گزر چکا تو ہمارے مبلغ نے اعلان کر دیا کہ مصافحے نہیں ہوں گے۔ اب وہ لوگ جن کی ساری عمر میں پہلی دفعہ جماعت احمدیہ کا خلیفہ اُن کے پاس گیا تھا اور کوئی پتہ نہیں پھر کب اُن کو موقع ملے وہ مصافحے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ خدا کا شکر ہے منصورہ بیگم اور جماعت کی دوسری خواتین پردہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے ان کو کہلا بھیجا کہ وہ دوسری طرف سے جا کر موٹر میں بیٹھیں۔ میں جب نیچے اُترا تو وہاں کے مقامی احمدی دوستوں نے میرے پرائیویٹ سیکرٹری اور دوسرے ساتھیوں کو اتنے دھکے دیئے کہ اُن کا پتہ ہی نہیں لگا کہ وہ کہاں گئے اور مصافحہ شروع کر دیا ٹھیک ہے مصافحہ شروع ہوگیا لیکن یہ مصافحہ عام مصافحہ نہیں تھا ہر شخص میرا ہاتھ پکڑتا تھا اور پھر چھوڑتا ہی نہیں تھا میرا منہ دیکھتا تھا اور میرا ہاتھ چھوڑتا ہی نہیں تھا اور ساتھ والا انتظار کرتا رہتا تھا آخر تنگ آکر (یہ واقع ہوا بیسیوں مصافحوں میں) کہ وہ ایک ہاتھ سے اس کی بانہہ پکڑتا تھا اور دوسرے ہاتھ سے میرا بازو پکڑ کر جھٹکا دے کر چھڑاتا تھا اور پھر خود مصافحہ کرنے لگ جاتا تھا اور وہ بھی ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا اور پھر اگلے آدمی کو یہی کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح بڑی مشکل سے ہم وہاں سے مصافحے کرکے نکلے اور رات کے بارہ بجے واپس اپنی جائے رہائش پر پہنچے۔ میں اتنا احمق تو نہیں (یہ میں احمدیوں کو نہیں کہہ رہا۔ وہ تو جانتے ہیں دوسروں سے کہتا ہوں) کہ میں یہ سمجھنے لگ جاؤں کہ میری کسی خوبی کے نتیجہ میں ۵-۶ ہزار میل دور میری اس قسم کی محبت ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوگئی کہ جنہوں نے مجھے کبھی

دیکھا نہ میرے حالات ہی زیادہ تر جانتے تھے۔

افریقہ میں اس قسم کا جذبہ ہے کہ افریقہ سے مجھے ایک شخص نے خط لکھا جس میں اس قسم کی بات تھی کہ آپ کی جان پر اس طرح حملے ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ میری عادت یہی ہے کہ میں ایسے موقع پر کہا کرتا ہوں کہ جب تک خدا مجھے زندہ رکھتا ہے اُس وقت تک کسی بات کا ڈر نہیں۔ میں تو ۱۹۴۷ء میں گولیوں کے اندر پھرتا رہا ہوں جیپ لے کر مسلمانوں کو بچانے کے لئے۔ پس زندگی اور موت تو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے بہرحال میں نے خط پڑھا اور میاں مظفر احمد کو کہا یہ خط ہے آپ بھی اسے پڑھ لیں لیکن بالکل فضول ہے۔ اُنہوں نے مشورہ دیا کہ رشید امریکن جو ہمارے وہاں کے نیشنل امیر ہیں اُن کو دکھا دیں خیر اس کو دکھایا تو اُن کا ردعمل بالکل اور تھا۔ وہ سمجھتے تھے یہ ہماری ذمہ داری ہے چنانچہ جب یہ بات پھیل گئی تو ۳۰۰ سو میل پر کچھ احمدی ایسے شعبے میں تھے جن کو انہی کاموں یعنی حفاظتی کاموں کے لئے ٹرینڈ کیا جاتا ہے اور اُن کی بڑی سخت ٹریننگ ہوتی ہے اُن میں احمدی بھی تھے چنانچہ دو احمدیوں نے چھٹی لی اور وہ وہاں پہنچ گئے اور ساری رات موٹر میں بیٹھے رہے۔ وہاں بڑی آزادی ہے میں نے بتایا ہے وہ بڑا آزاد ملک ہے اس لئے وہ پورے طور پر ہتھیار بند بھی تھے اور موٹر میں بیٹھے ساری رات پہرہ دیتے رہے۔ اب کیا میں اس قسم کی محبت جو ساری دُنیا کے احمدیوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے خلافت سے، یہ بازار سے خرید سکتا ہوں یا میری کسی کوشش یا خوبی کے نتیجہ میں پیدا ہوسکتی ہے؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل کے اس کی اور کوئی وجہ نہیں۔ صرف اپنے نہیں بلکہ وہاں غیروں کی طبیعت پر بھی یہ اثر ہے میں تو اپنے رنگ میں سوچتا ہوں کہ خدا کی شان ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ساتھ خدا تعالیٰ یہ سلوک کرتا ہے ڈیٹن سے بہت سارے عیسائی وغیرہ آئے ہوئے تھے۔ استقبالیہ دعوت میں اُن سے بہت سی باتیں ہوتی رہیں اسلام کی تعلیم کے متعلق کہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کو چاہیئے وہ ایک دوسرے سے پیار اور محبت کرے انسان ایک دوسرے کی خدمت کرے۔ انسان سے پیار کا سلوک کرے ایک دوسرے سے بغض نہ رکھے وغیرہ وغیرہ۔ دو شخص وہاں سے نکل رہے تھے ایک امریکن احمدی نے بتایا کہ میں نے سنا وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے دونوں غیر مسلم تھے وہ کہہ رہے تھے کہ جس قسم کی

باتیں اس شخص نے کی ہیں بڑا ہی لعنتی ہوگا وہ شخص جو اَب بھی اس سے پیار نہ رکھے۔ اب وہ باتیں میں نے اپنی بنا کے تو نہیں کیں اس وقت ساری دُنیا میں جماعت احمدیہ کا جو اثر پھیل رہا ہے اور جو محبت جماعت احمدیہ کی پیدا ہو رہی ہے وہ اس لئے ہے کہ مہدی علیہ السلام نے تمام بدعات سے پاک کر کے اسلام کی صحیح تعلیم اُن تک پہنچائی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عشق اُن میں پیدا کیا۔ میں نے افریقہ میں بتایا تھا کہ کیا حالت تھی اُن کی۔ میں نے وہاں بڑا سوچا کہ آخر احمدیت سے یہ پیار کس طرح ہوا کیوں؟ ہوا تو مجھے یہ سمجھ آئی کہ چونکہ اُن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین اور نورانی چہرے سے پہلی دفعہ جماعت احمدیہ نے متعارف کروایا ہے اس لئے یہ جماعت سے بھی پیار کرتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار جو دل میں پیدا ہوا اس کے نتیجہ میں جماعت کا پیار دل میں پیدا ہوا اور یہ جماعت کی اپنی کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مؤثر ہوگئی۔ یہی حال اب امریکہ کا ہے یورپ میں جو وہاں کے باشندے ہیں بڑے مخلص ہیں۔ پہلے کئی دفعہ اُن کے اخلاص کے نمونے میں بتا چکا ہوں اب وہ کتابیں مانگ رہے ہیں۔ ایک نومسلم احمدی نے ڈینش زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کر دیا جو بڑا مقبول ہوا۔ اب سویڈش زبان میں ایک نومسلم احمدی نے ترجمہ کر دیا ہے وہ ہم اس لئے شائع نہیں کر رہے کہ ہمیں اس کی زبان کے متعلق ابھی پوری تسلی نہیں کیونکہ علمی لحاظ سے وہ ایسا نہیں کہ ہم اس پر اعتبار کر لیں۔ ابھی اُس کی چھان بین ہو رہی ہے ابھی اس کی اصلاح وغیرہ ہوگی۔ غرض قرآن کریم کا ترجمہ اُن کے پاس پہنچتا ہے وہ قرآن کریم کو دیکھتے ہیں اور بڑے حیران ہوتے ہیں یہ ایک بڑی عظیم کتاب ہے اس کے اندر بعض ایسی خاصیتیں ہیں کہ جو اس کے حُسن کو دوبالا کر دیتی ہیں۔ ایک خاصیت یہ ہے کہ ہر کس و ناکس اس کو سمجھ ہی نہیں سکتا اس کا جو کتاب مبین والا حصہ ہے اس کے سمجھنے کے لئے بھی تقویٰ کی ضرورت ہے چاہے تھوڑا تقویٰ ہو بہرحال تقویٰ کی ضرورت ہے۔ اور جو کتاب مکنون والا حصہ ہے اس کے متعلق تو خود قرآن کریم نے اعلان کیا لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الواقعة: ۸۰، ۸۱) یہ ایک الگ بڑا لطیف اور حسین مضمون ہے۔ بعض دفعہ میں اسے بیان بھی کر چکا ہوں مثلاً عیسائی دُنیا ہے اُنہوں نے قرآن کریم کے ترجمے بھی کئے بعض نے تفسیریں بھی لکھیں لیکن وہ قرآن کریم کی

روح تک نہیں پہنچ سکے۔ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ایسی فحش غلطیاں کر جاتے ہیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے بعض تو تعصب کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور بعض جہالت کی وجہ سے۔ تاہم حیرانی آتی کہ کہنے کو تو یہ لوگ علاّمہ دہر ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں وہ عجیب وغریب ٹھوکریں کھاتے ہیں اُن کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ قرآن کریم نے یہ کیا کہہ دیا ہے۔ اُس کے لئے ایک فضا پیدا ہوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو کئی صدیوں تک قائم رہی۔ اس کے بعد بعض چراغ تھے وہ جلے اور اُن کے ماحول میں روشنی رہی اب یہ ہمارے ایمان کے مطابق (میں تو اپنی بات کروں گا دُنیا جو مرضی سمجھتی رہے ہمارے ایمان کے مطابق) مہدی علیہ السلام کے ذریعہ کہ جن کی بعثت ہو چکی ہے وہی فضا پھر دُنیا میں پیدا کی جا رہی ہے اسلام سے محبت پیدا ہو رہی ہے اسلام کی تعلیم کی عظمت ظاہر ہو رہی ہے۔ اس دفعہ پہلی بار یہ دیکھنے میں آیا کہ کوئی نہ کوئی چیز خدا تعالیٰ سکھاتا ہے دورے میں جو نئی ہوتی ہے ورنہ تو پھر وہ کہیں گے کہ یہ باتیں ہمارے پاس آپ پہلے بھی کر چکے ہیں۔ اس دفعہ میں اُن کو یہ چیلنج کرتا رہا ہوں صحافیوں کو پریس کانفرنس میں کہ دیکھو میں اسلام کی تعلیم کا ایک حصہ تمہارے سامنے رکھوں گا اور یہ تعلیم بیان کرنے سے پہلے تمہیں کہتا ہوں کہ تم جرأت نہیں کر سکو گے کہ تم یہ کہو کہ یہ ناقابل قبول ہے اور غلط ہے اور اسے نہیں مانتے۔ پہلے میں یہ چیلنج دے دیتا تھا اور پھر اُن کو تعلیم بتاتا تھا چنانچہ ایک صحافی کو بھی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ یہ کہے کہ نہیں یہ تو ٹھیک تعلیم نہیں ہے۔ بعض شریف دماغ ہوتے ہیں اور ایسے لوگ ان پریس کانفرنسوں میں بھی تھے جنہوں نے کھل کر باتیں کیں۔ پہلے کے ایک سفر کے بارہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ایک صحافی نے کہا جب اتنی اعلیٰ تعلیم ہے اسلام کی تو پھر آپ یہ بتائیں کہ ہمارے عوام تک پہنچانے کا آپ نے کیا انتظام کیا ہے لیکن آج تک کسی نے مجھے یہ نہیں کہا کہ جو بات آپ کر رہے ہیں ہم اس کو غلط سمجھتے ہیں۔ اس دفعہ میں نے پہلے یہ چیلنج دیا کہ دیکھو میں تمہیں پہلے بتاتا ہوں کہ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم اس کو غلط سمجھتے ہو جو میں بتا رہا ہوں۔ تمہیں صحیح سمجھنا پڑے گا کیونکہ یہ ایسی عظیم تعلیم ہے جس کا انکار مشکل ہے لیکن مسئلہ پھر وہی رہ جاتا ہے کہ اُن کے عوام تک پہنچانے کا انتظام ہماری ذمّہ داری ہے اور ہمیں اسے ادا کرنا چاہئیے اور یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔ اس کام میں بڑی وسعت ہے اس کام کے پھیلانے میں دُنیوی

ساما نوں کی ضرورت ہے مثلاً لٹریچر پوسٹ کرنے میں پوسٹیج کا بڑا خرچ ہوتا ہے طباعت کا بڑا خرچ ہوتا ہے بے تحاشا نئی کتابیں چھاپنی ہیں بچوں کے جو کمیونٹی سنٹر ہیں اُن میں بچوں کی عمر کے لحاظ سے کتابیں چھاپنی ہیں اور میں اب اعلان بھی کر دیتا ہوں کہ ہمیں کم از کم ایک ہزار کتاب کی ضرورت ہے جو پڑھنے والی بلکہ سمجھنے والی عمر یعنی جب کہ ابھی بچہ پڑھتا بھی نہیں ماں باپ اس کو سناتے ہیں اس عمر سے لے کر خدام الاحمدیہ کی عمر تک کے بچوں کے لئے ہوں۔ ایسی غرض کے لئے کم از کم ایک ہزار کتاب کی ضرورت ہے جو تاریخی واقعات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہوں۔ چھوٹے چھوٹے پانچ پانچ دس دس صفحات کے واقعات ہوں کہانیاں نہیں بلکہ واقعات ہوں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق یا دُنیا نے آپ کے حسن واحسان کے جو جلوے دیکھے اس کے متعلق ایک ہزار کتاب ہمیں چاہیئے۔ یہ صرف بچوں کے لئے ہوں گی۔ بڑوں کے لئے تو پھر ساری دُنیا کے علوم کو اپنے احاطہ میں لینے والا لٹریچر ہمیں چاہیئے۔ یہی ہمیں کہا گیا تھا کہ میرے ماننے والوں کے علم میں خدا تعالیٰ اتنی برکت دے گا کہ نہ صرف یہ کہ وہ لوگ جو صاحبِ علم ہیں اور علامہ دہر بنے ہوئے ہیں اور اسلامی تعلیم پر حملے کرتے ہیں اُن کے حملوں کا کامیاب دفاع کر سکیں۔ خالی یہی نہیں بلکہ دُنیا میں یہ ثابت کر دکھائیں گے کہ اُن کے علوم بنیادی غلطیوں سے پُر ہیں اور قابلِ قبول نہیں۔ اس پر میں وہاں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالتا رہا ہوں اور بتاتا رہا ہوں کہ عقل، عقل، عقل کی رٹ بے معنی ہے۔ میں ان کے سامنے مثالیں دے کر ثابت کرتا رہا ہوں کہ عقل قطعاً تمہارے کام نہیں آتی۔ اس لئے چھوڑو عقل کو اور کسی اَور کا دَر ڈھونڈو اور وہ اللہ کے دَر کے علاوہ اور کوئی دَر نہیں ہے وہی ایک دَر ہے جہاں سے تمہاری بھلائی اور خیر کے سامان پیدا ہو سکتے ہیں۔ وہ عقل جو متضاد باتیں کرنے والی اور عقل، عقل سے لڑنے والی ہے وہ ہمارے یا بنی نوع انسان کے کام کیسے آ سکتی ہے۔

جرمنی سے ہم زیورچ (سوئٹزرلینڈ) گئے۔ زیورچ میں میری دلچسپی کی نمایاں چیز یہ تھی کہ پچھلی کانفرنس میں یعنی اس سے تین سال پہلے جو کانفرنس ہوئی تھی اس میں ایک بڑی تیز فری لانسر صحافیہ بھی آئی ہوئی تھی۔ پریس کانفرنس سے پہلے کھانا دیا جاتا ہے کھانے کے دوران وہ

یہ کہتی رہی کہ میں نے تو اس شخص کو اس طرح تنگ کرنا ہے اور یوں تنگ کرنا ہے یہ سوال پوچھنا ہے اور وہ پوچھنا ہے۔ میں نے تو ایسے سوال پوچھنے ہیں کہ اسے بالکل لا جواب کر دوں گی۔ ہر دس منٹ کے بعد ایک احمدی دوست آتے اور کہتے کہ یہ تو بڑی تیزیاں دکھا رہی ہے۔ آخر میں نے کہا مجھ سے سوال کرے گی تمہیں کیا فکر ہے تم آرام سے بیٹھو اور اسے بولنے دو۔ خیر جب کانفرنس شروع ہوئی تو وہ چپ کر کے بیٹھی رہی جب ۳۰۔۴۰ منٹ گزر گئے تو میں نے اسے کہا کہ مجھے تو یہ خبریں آ رہی تھیں کہ تم نے مجھ سے بڑے سوال کرنے ہیں تم اب خاموش کیوں بیٹھی ہو؟ تو کہنے لگی کہ جو میں نے پوچھنا تھا آپ کی باتوں میں اس کے جواب مل رہے ہیں اس لئے میں نہیں بول رہی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس دفعہ پھر آئی تو وہ بالکل بدلی ہوئی تھی۔ میں نے کہا میں نے تمہیں پہچان لیا ہے تین سال پہلے جو پریس کانفرنس ہوئی تھی اس میں بھی تم تھیں ویسے اس دفعہ وہ بہت زیادہ بوڑھی ہوئی ہوئی تھی اور طبیعت بالکل بدلی ہوئی تھی یعنی اتنی بدلی ہوئی تھی کہ کوئی صحافی بات کرتا تھا تو اگر وہ سمجھتی تھی کہ میرا جواب کسی پہلو سے تشنہ رہ گیا ہے اور ان عیسائیوں کو سمجھ نہیں آئے گی تو پھر وہ مجھ سے سوال کر کے وہ چیز پوچھ لیتی تھی تا کہ بات نمایاں ہو کر اور کھل کر ان لوگوں کے سامنے آ جائے۔ دوسرے یہاں یہ دیکھنے میں آیا کہ انہوں نے ایک سوال پوچھا تو قبل اس کے کہ جواب مکمل ہو دوسرا سوال کر دیا۔ بعض دفعہ صحافی یہ چالاکی کرتے ہیں کہ سوال کیا جب اپنے مطلب کا جواب نہیں ملا تو پھر اگلا سوال کر دیا قبل اس کے کہ جواب ختم ہو یعنی آدھا جواب دیا تو اگلا سوال۔ اس کا جواب بھی اپنے مطلب کا نہیں ملا تو پھر اگلا سوال۔ چنانچہ انہوں نے ایک سوال کیا جس کا جواب دینے میں مَیں نے دس پندرہ منٹ لینے تھے میں نے کہا بات یہ ہے کہ تمہارے سوال کا جواب بڑا لمبا ہے اگر تم میں صبر ہے اور میری بات سننے کا حوصلہ ہے تو میں جواب دیتا ہوں ورنہ تم اگلا سوال کر دو۔ انہوں نے کہا نہیں ہم صبر کے ساتھ سنیں گے اس پر میں نے تفصیل کے ساتھ اسلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

اس دورے میں مجموعی طور پر ایک بات یہ نظر آئی کہ اب ساری دنیا مغرب بھی اور مشرق بھی یعنی امریکہ، انگلستان اور یورپ بھی اور مشرقی دنیا بھی جس میں بعض لوگ روس کو بھی شامل کرتے ہیں وہ ہماری باتیں سننے کے لئے تیار بھی ہے اور پیاسی بھی ہے اور ان کے اندر یہ

احساس پیدا ہوگیا ہے کہ جو کچھ ہم نے اس وقت تک کیا ہے اس سے ہماری فطرت تسکین نہیں پاتی اس لئے اپنی فطرت کی تسکین کے لئے انہیں کچھ ملنا چاہیئے۔ یہ احساس اب پیدا ہوگیا ہے میں مشرق کا نام اس لئے بھی لے رہا ہوں (مختصراً بتاؤں گا) کہ میرے باہر کے دوروں میں پہلی بار روس نے دلچسپی لی اور مختلف جگہوں پر ہمارے جو فنکشنز (Functions) تھے ان میں ان کے نمائندے شامل ہوئے۔ میں اس کی تفصیل پھر کسی وقت بتاؤں گا۔

میری یہ خواہش تھی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے قریباً پوری ہوگئی ہے میں چاہتا تھا کہ بہت لمبا خطبہ دوں تا کہ اجتماع نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی کچھ کمی پوری ہو جائے۔ اس دورے کی بہت سی باتیں ہیں میں نے بتایا ہے کہ قریباً دو مہینے تو میرے ایسے گذرے ہیں کہ دو دن ایک جگہ چار دن ایک جگہ بس اسی طرح کچھ سفر میں اور کچھ دو دو چار چار دن ٹھہر کر مختلف ملکوں کا دورہ کرتا رہا۔ اس کے بعد لندن میں تو ویسے بڑی جماعت ہے اور بڑا کام ہے ساری ڈاک رکی ہوئی تھی جو یہاں سے جاتی ہے وہ نکالی اور کام کئے۔ غرض یہ جو دو مہینے لگا تار سفر کے ہیں اور پھر لندن کے قیام کے حالات میں ان کے بیان کے لئے تو دنوں چاہئیں لیکن موٹی موٹی باتیں میں نے بتا دی ہیں۔ اب اس کا خلاصہ میں بتا دیتا ہوں۔

ایک یہ کہ مشرق و مغرب کو یہ احساس ہوگیا ہے کہ انہوں نے جو کچھ اپنی عقول سے حاصل کیا وہ ان کے لئے ناکافی ہے اُن کی فطرت کی تسلی کے لئے اُن کو کوئی چیز ملنی چاہیئے۔

دوسرے یہ بات ظاہر ہوئی کہ جو انتہائی تعصب رکھنے والے علاقے یا گروہ تھے اُن کے اندر یہ احساس پیدا ہوگیا ہے کہ جماعت کا اثر پھیل رہا ہے تاہم جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ ابھی ہمارے کام کی ابتدائی سٹیج ہے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ سارا امریکہ ایک دم میں مسلمان ہو جائے گا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگلے چودہ سال میں بڑی کوشش اور بڑی جدوجہد کرنی پڑے گی۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کے کردار کا تعلق ہے دنیا میں یہ احساس پیدا ہوگیا ہے کہ جماعت احمدیہ ترقی کر رہی ہے۔ قرآن کریم نے ہماری تسلی کے لئے یہ اعلان کیا ہے:-

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا (الرعد: ۴۲)

اَفَہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ (الانبیاء: ۴۵) ایک Process شروع ہو چکی ہے۔ Erosion

شروع ہو چکا ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جس کے حق میں Erosion ہو رہا ہو وہ ناکام ہو یعنی تدریجی ترقی دو باتیں ظاہر کرتی ہے ایک یہ کہ صداقت ہے کیونکہ سوائے صداقت کے لگا تار ترقی ملتے چلے جانا کسی دوسرے کے لئے ممکن ہی نہیں۔ یعنی دو سال پانچ سال دس سال ہو جائیں پندرہ بیس سال ہو جائیں یہ کہ جب سے وہ Process شروع ہوئی ہے اور تدریجاً ترقی کرتی چلی گئی ہے یہ صداقت ظاہر کرتی ہے اور دوسرے یہ کہ جس کے حق میں یہ تدریجی ترقی ہو رہی ہے اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ان کے مخالف غالب نہیں آتے یہی گروہ غالب آتا ہے جس کے حق میں تدریجی ترقی ہو رہی ہو۔ ہمارے مخالف اور جب میں مخالف کا لفظ بولتا ہوں تو پاکستان کا ذکر نہیں کرتا کیونکہ پاکستان اس وقت میرے مدنظر نہیں۔ غیر ممالک میں جو ہماری مخالف طاقتیں تھی ان کے اندر یہ احساس پیدا ہو چکا ہے اور ان میں روس بھی شامل ہے کہ جماعت احمدیہ کی تدریجی ترقی اس قسم کی ہے کہ انہیں ہمارے نزدیک آنا چاہیئے۔ دشمنی کے لئے یا دوستی کے لئے یہ خدا ظاہر کرے گا لیکن پہلے تو کہتے تھے ان کا کیا ہے یہ کس شمار میں ہیں ان کو چھوڑو لیکن اب حالت بدل گئی ہے اور یہ بڑی چیز ہے۔ اب وہ سمجھ رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ کچھ ہے اور ہمیں ان کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور یہ بڑی عظیم تبدیلی ہے جو نوع انسان کے دماغ میں آ گئی ہے اور میں اس وقت عالمی نقطۂ نظر سے بات کر رہا ہوں۔

تیسرے یہ بات سامنے آئی کہ جن لوگوں کے سامنے بھی اسلامی تعلیم رکھی انہوں نے اس کا اثر قبول کیا۔ ایک موقع پر حساب کا ایک پروفیسر استقبالیہ میں شامل تھا۔ اس نے ہاتھ میں ریفریشمنٹ کی کوئی چیز پکڑی ہوئی تھی تو پتہ نہیں اس نے کتنا عرصہ پونا گھنٹہ یا کتنا میری باتیں سنتا رہا۔ اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ مسحور ہو گیا ہے اس کو یہ پتہ ہی نہیں کہ اس کے ہاتھ میں رکابی پکڑی ہوئی ہے ان کی عادت ہے کہ بیچ میں گھونٹ لیتے ہیں۔ بوتلیں دیتے ہیں کوکا کولا وغیرہ سافٹ ڈرنکس ان کے مطلب کی پینے کی چیز تو نہیں لیکن دوران گفتگو اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ اس کو پتہ ہی نہیں کہ کوئی کھانے کی چیز یا پینے کی چیز اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ بڑے غور سے باتیں سن رہا تھا اور بڑا اثر قبول کر رہا تھا اسلامی تعلیم سے۔ گویا جن لوگوں کے سامنے ہم اسلامی تعلیم پیش کرتے ہیں وہ اس کا اثر قبول کرتے ہیں۔

چوتھے یہ چیز اُبھر کر سامنے آئی کہ اپنی ذمّہ داری نباہنے میں ابھی ہم بڑے کمزور ہیں یعنی ہمارے پاس ابھی تک وہ ذرائع نہیں کہ اس بھوکی دنیا کی اخلاقی اور روحانی بھوک دور کر سکیں اور اس اخلاقی اور روحانی طور پر ننگی دنیا کا ننگ دور کر سکیں اور لباس تقویٰ کا ان کے لئے سامان پیدا کر سکیں اور یہ چیز بڑی نمایاں ہو کر سامنے آئی ہے اور یہ چیز بھی سامنے آئی کہ قانون کے اندر رہتے ہوئے قانون کی پابندی کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی راہ میں ہنستے مسکراتے قربانیاں کرتے ہوئے بڑھتے چلے جانا وقت کا ایک اہم تقاضا ہے یہ راہ بڑی کٹھن ہے۔ دوست اچھی طرح یاد رکھیں کہ یہ چودہ سال جو غلبۂ اسلام کی صدی سے قبل غلبۂ اسلام کی تیاری کے ہیں یہ بڑے مشکل ہیں اور بڑے کٹھن ہیں بڑی ذمّہ داریاں ہیں۔ ہمارے بچے خود کو سنبھالیں ہمارے نوجوان اس کی اہمیت کو سمجھیں اور ہمارے بڑے اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھیں اور نباہنے کا عہد کریں۔

ان دنوں خدام الاحمدیہ کا اگر اجتماع ہوتا تو اس میں خدام نے اپنا عہد دہرانا تھا لیکن خاموشی کے ساتھ تم اس خطبہ کے دوران یہ عہد کرو اپنے ربّ کریم سے کہ اس کے نام کی بلندی اور اس کے عشق کو دلوں میں گاڑنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو دنیا میں پھیلانے اور آپ کی محبت سے سینوں کو معمور کرنے کے لئے جس قربانی کی بھی اسے ضرورت ہوگی ہم اپنی طاقت کے اندر اس کے حضور پیش کر دیں گے۔ خدا تعالیٰ ہمیں یہ عہد کرنے اور اسے نباہنے کی توفیق عطا کرے۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

۞۞۞